بسلسلۂ علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات

حضرت امام

عبداللہ بن مبارکؒ

تذکرہ و سوانح اور حیرت انگیز واقعات

تالیف

مولانا عبدالقیوم حقانی

ناشر

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

خالق آباد۔ ضلع نوشہرہ

ابتدائیہ

الحمدلله وکفیٰ وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ

اما بعد !

جب قرآن مجید، علوم نبوت، اور ان ہی علوم و معارف کی ترجمان شخصیات کی مجالس، سوانح اور تاریخ و تذکرہ میں آدمی کا جی لگنے لگتا ہے تو لایعنی اور بے ہودہ مجالس سے جی گھبرانے لگتا ہے اخباری کالم، من گھڑت ناول، لایعنی افسانے اور من گھڑت تقریریں پست اور بے مغز معلوم ہونے لگتی ہیں، مفاد پرست سیاستدانوں مداری نما رہنماؤں اور پیٹ پرست لیڈروں کی باتیں طفلانہ اور عامیانہ نظر آتی ہیں جن میں نہ تو حقیقت ہوتی ہے، نہ گہرائی، نہ پختگی اور نہ شائستگی۔ سفید کاغذ پر چھپے ہوئے سیاہ نقش و نگار کاغذی پھول معلوم ہوتے ہیں جن میں رنگ تو ہوتا ہے مگر خوشبو نہیں

جن کا مطالعہ ذوق ووجدان پر بار معلوم ہوتا ہے ہر وہ فکر و عمل اور تقریر و تحریر جو علوم نبوت اور دین اسلام کے سرچشمہ سے نہ آئی ہو، مشتبہ الفاظ کا طلسم معلوم ہوتا ہے تسکین صرف وحی و نبوت کے راستے سے آئے ہوئے علم سے ہوتی ہے جس کو رسول ﷺ نے دنیا تک پہنچایا اور جو وحی کی زبان میں قرآن مجید میں اور عربی زبان میں حدیث میں، بالفاظ دیگر کتاب اللہ کی تعلیمات اور رجال اللہ کی سیرت وسوانح میں محفوظ ہیں۔

علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات اسی سلسلۃ الذھب کی ایک لڑی ہے پیش نظر رسالہ "حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ" کے حیرت انگیز واقعات اسی مبارک لڑی کی ایک زرین کڑی ہے نذر قارئین ہے ۔

عبدالقیوم حقانی

خادم جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

شوال 1421ھ، جنوری 2001ء

فہرست مضامین

ابتدائیه 3

نام ونسب' ولادت اور ابتدائی تعلیم

(۱) ابتدائی تعلیم ______ 14

(۱) طالب علمانہ زندگی کا پس منظر ______ 14

(۲) واقعات میں تعارف و تطبیق ______ 15

(۲) آپ کا عہد زریں ______ 17

امام عبداللہؒ کے والد گرامی حضرت المبارک کا تذکرہ

(۱) مبارک اور تقویٰ کا بلند معیار ______ 18

(۲) مالک نے مبارکؒ کو بیٹی نکاح میں دیدی ______ 19

(۳) ایسی تجارت جس میں دارین کا نفع ہو ______ 20

استفادہ وافادہ ' اسفار ' تحصیل علم ' اساتذہ اور تلامذہ

(۱) ابن مبارکؒ کے بعض اساتذہ کا تذکرہ ____________ 22
(۲) امام اعظم ابو حنیفہؒ ____________ 22
(۳) امام مالکؒ ____________ 23
(۴) خراسان کا فقیہ ____________ 23
(۵) ایک حدیث پر ساری رات ____________ 25
(۶) عالم مشرق و مغرب ____________ 25
(۷) فن حدیث کے عجائبات ____________ 26
(۸) شوق علم اور طلب علم ____________ 26
(۹) حافظہ ____________ 27
(۱۰) حسن احترام ____________ 27
(۱۱) درس وافادہ ____________ 28
(۱۲) حماد بن زیدؒ نے سینے سے لگالیا ____________ 29
(۱۳) درس و تدریس نے کے ساتھ طلباء کی اصلاح وتربیت۔29
(۱۴) گوشہ گمنامی سے محبت ____________ 29
(۱۵) تلامذہ ____________ 30

(۱۶) حدیث کا احترام ________ 31

امام اعظم ابو حنیفہؒ سے تلمذ 32

عظمت ابو حنیفہؒ، امام عبد اللہ بن مبارکؒ کی نظر میں

(۱) ابو حنیفہؒ کی مدح سرائی ________ 33

(۲) ابو حنیفہؒ امام مالکؒ کی نظر میں ________ 36

(۳) سب لوگوں سے بڑھ کر فقیہ ________ 36

(۴) ابو حنیفہؒ آیت ہیں ________ 37

(۵) ابو حنیفہؒ سب سے اچھے ہیں ________ 37

(۶) ابو حنیفہؒ کا قول جیسے حضور ﷺ کا اثر ________ 38

(۷) میں ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ سے متفق ہوں ________ 38

(۸) میں نے علم فقہ ابو حنیفہؒ سے سیکھا ہے ________ 38

(۹) ابن مبارکؒ نے ایک ماہ سبق بند کر دیا ________ 38

(۱۰) ابو حنیفہؒ اور علم کی باریکیاں ________ 39

(۱۱) امام ابو حنیفہؒ کی وفور عقل اور کثرت علم پر رشک آیا۔ 40

(۱۲) یک نہ شد دو شد ________ 41

(۱۳) امام صاحبؒ کی شان ہی عجیب تھی ________ 42

(۱۴) الہام من جانب اللہ ________ 43

(۱۵) بیش قیمت بات ________ 43

(۱۶) امام صاحبؒ کی ذہانت کے چند واقعات ________ 44

امام اعظمؒ کا فقہی مقام ' عبداللہ بن مبارکؒ کی نظر میں 46

علمی مقام ' عظمت شان ' اور محدثانہ جلالت قدر

(۱) مرجع خلائق ________ 48

(۲) حقیقی بادشاہت ________ 48

(۳) شعراء کا نذرانہ عقیدت ________ 49

(۴) جلالت قدر ________ 49

(۵) عبداللہ بن مبارکؒ کا درس حدیث میں مرتبہ ________ 50

(۶) علم حدیث سے شغف ________ 52

امام عبداللہ بن مبارکؒ کے بعض اصول حدیث 53

فقہی شغف اور اسناد کا اہتمام

(۱) فقہ ________ 55

(۲) اسناد کا اہتمام ---------------- 56

(۳) حدیث سے شغف ---------------- 57

(۴) توقیر علم حدیث ---------------- 57

عبادت و تقویٰ اور اخلاق و عادات

(۱) سفیان ثوریؒ کی تمنا ---------------- 59

(۲) اللہ کے واسطے دوست رکھتا ہوں ---------------- 59

(۳) بہترین زمانہ ---------------- 60

(۴) زمانے کا سردار ---------------- 60

(۵) احساس ذمہ داری ---------------- 60

(۶) خشیت الٰہی ---------------- 61

(۷) اخلاق و عادات ---------------- 62

(۸) مہمان نوازی ---------------- 63

(۹) ادب و حسن معاشرت ---------------- 63

(۱۰) ذریعہ معاش ---------------- 64

(۱۱) تجارت کا مقصد ---------------- 64

(۱۲) عام فیاضی ---------------- 65

(۱۳)	ادائیگی قرض کا دلچسپ واقعہ ــــــــ	67
(۱۴)	حجاج کی خدمت اور حکیمانہ تدبیر ــــــ	68
(۱۵)	مرجع نہیں راجع بننا پسند تھا ــــــــ	69
(۱۶)	فنائیت کی انتہاء ــــــــــــ	69
(۱۷)	شوق جہاد ــــــــــــــ	69
(۱۸)	یہ بہادر مجاہد عبداللہ بن مبارکؒ ہے ــ	70
(۱۹)	عہد کی پابندی ــــــــــــ	71
(۲۰)	عابد حرمین کے نام خط ــــــــ	72
(۲۱)	حضرت فضیلؒ کا اعتراف ــــــــ	74
(۲۲)	امراء اور سلاطین سے گریز ــــــ	75
(۲۳)	جب ابن علیہ نے عہدہ قضا قبول کیا ــــ	75
(۲۴)	خلوت پسندی اور ذوق گمنامی ــــــ	77
(۲۵)	خلوت میں رسول اللہ ﷺ اور ــــــ	78
(۲۶)	صحابہؓ اور تابعینؒ کی معیت ــــــ	78
(۲۷)	تواضع ــــــــــــــ	79
(۲۸)	کرم و مروت ــــــــــــ	79

(۲۹) بدعت سے نفرت ---------- 80

ابن مبارکؒ کی وفات اور اکابر ملت کے تاثرات

ابن مبارکؒ کی تصانیف

(۱) کتاب الزھد والرقاق ---------- 82

(۲) تصانیف ---------- 83

امام ابن مبارکؒ کے نصائح

(۱) تحصیل علم کامل کی پانچ شرطیں ---------- 86

(۲) چار ہزار احادیث سے چار باتوں کا انتخاب- 86

(۳) صحابی رسول ﷺ کا مقام ابن مبارکؒ کی نظر میں-86

(۴) معرفت الٰہی ---------- 88

(۵) ورع و تقویٰ ---------- 88

(۶) اللہ کے لئے محبت ---------- 88

(۷) تہذیب ---------- 88

(۸) جہل ---------- 88

(۹) علم اور علماء ---------- 89

(۱۰) محاسن و مساوی ------------ 89

(۱۱) امت کے طبقے ------------ 89

(۱۲) غرور اور خود پسندی ------------ 90

(۱۳) حقیقی جہاد ------------ 90

(۱۴) وفات ------------ 91

(۱۵) عمر اور مقام وفات ------------ 91

(۱۶) مقبولیت ------------ 91

اقوال رشد و ہدایت 93

کلمات طیبات

(۱) چھوٹے سے نصیحت کی خواہش ------------ 97

(۲) مستجاب الدعوات ------------ 98

(۳) انگور کا ایک دانہ بخشوالیا ------------ 99

ذوق علم و ادب اور پسندیدہ اشعار

(۱) دوستی کا اصول ------------ 100

(۲) علم دین اور دنیا اور شاہان دنیا سے تعلق ------------ 101

نام و نسب، ولادت اور ابتدائی تعلیم

نام عبداللہ، کنیت ابو عبدالرحمٰن، والد کا نام المبارک اور دادے کا نام واضح الحنظلی ہے مرو کے رہنے والے ہیں اسی وجہ سے ان کو مروزی کہتے ہیں آپ کی ولادت ۱۱۸ھ یا ۱۱۹ھ میں ہوئی یہ زمانہ ہشام بن عبدالمالک کی خلافت کا تھا والد ماجد ترکی النسل اور والدہ خوارزمی تھیں، یہ مرو جہاں ان کی ولادت ہوئی مسلمانوں کا قدیم شہر ہے افسوس ہے کہ یہ اس وقت روس کے قبضے میں ہے اس سرزمین سے جہاں اخلاق و روحانیت کے سینکڑوں چشمے ابلے اور اسلامی علم و تمدن کے صدہا سوتے پھوٹے اب وہاں مادیت ہی کا نہیں دہریت کا سیلاب رواں ہے۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ کے والد المبارکؒ ایک شخص کے غلام تھے ان کی شادی اس کی لڑکی سے ہوئی تھی جس کا تفصیلی واقعہ آئندہ صفحات میں درج کیا جا رہا ہے اس وقت تک اسلامی معاشرہ میں عہد سعادت کے آثار باقی تھے اس لئے نسبت نکاح کا معیار حسب و نسب سے نہیں بلکہ لڑکے کی صلاحیت اور اس کا دین و تقویٰ ہوتا تھا المبارکؒ چونکہ اس حیثیت سے ممتاز تھے اس لئے آقا نے اپنی لڑکی ان سے بیاہ دی اگرچہ اس کی نسبتیں دوسری بڑی بڑی جگہوں سے بھی آرہی تھیں۔

المبارکؒ نہایت دیانتدار اور محتاط شخص تھے آقا ان کے سپرد جو کام کرتا اس کو وہ نہایت دیانتداری اور اطاعت شعاری کے ساتھ انجام دیتے تھے ۔

ابتدائی تعلیم

حضرت امام عبداللہ ؒ کی ابتدائی تعلیم وتربیت کے متعلق بہت کم معلومات ملتے ہیں لیکن امام ذہبیؒ کے بیان سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ ابتداء عمر ہی سے طلب علم کے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے لگے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۵۰)

طالب علمانہ زندگی کا پس منظر

ایک مرتبہ امام عبداللہ بن مبارکؒ سے ' ان کی زندگی کے تاریخ کے بارے میں دریافت کیا گیا فرمایا! کہ ایک روز میں اپنے بھائیوں کے ہمراہ ایک باغ میں تھا رات تک سارا وقت کھانے پینے میں گزر گیا میں اس زمانے میں گانے بجانے کا بہت دلدادہ تھا سحری کے وقت میں سو رہا تھا کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ درخت پر بیٹھا ایک پرندہ کہہ رہا ہے الم یان للذین اٰمنوا ... کیا ایمان والوں کے لئے وہ ان تخشع قلوبھم لذکر الله ——— وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ——— اللہ کی یاد سے خوف کھائیں۔

میں نے اس سوال پر ہاں کہہ کر جواب دیا آنکھ کھل گئی چنانچہ اس وقت باجے وغیرہ توڑ کر نذر آتش کر دیے یہ میری زاہدانہ زندگی کا روز اول تھا۔

(الفوائد البہیہ ص ۳۹)

اس واقعہ کو شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے بستان المحدثین صفحہ نمبر ۱۵۵ میں تفصیل سے نقل کیا ہے۔ ذیل میں اسے من وعن درج کیا جا رہا ہے۔

امام عبداللہ بن المبارکؒ کے طلب علم کا سبب اس طرح بیان کیا جاتا ہے

کہ جب آپ جوانی کے ایام میں نبیذ پیا کرتے تھے اور سرود و صحبت یاراں اور جو کچھ اس شغل کے لوازم ہیں اس کو بھی پوری طرح پر کیا کرتے تھے ایک دفعہ جب سیب پکنے کا موسم آیا تو باغ میں تشریف لے گئے اور سب یار دوستوں کو وہاں بلا کر مکلف طعام اور اعلیٰ شراب سے ان کی دعوت کی، کھانا کھانے اور شراب نوشی سے فارغ ہو کر لہو و لعب اور سرود و طرب میں ایسے مشغول ہوئے کہ نشہ غالب ہوا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے جب صبح کے وقت بیدار ہوئے تو چنگ ہاتھ میں لیکر بجانا چاہا مگر اس سے آواز نہ نکلی چونکہ اس فن میں بھی مہارت کامل رکھتے تھے اس کے تاروں کو ٹھیک کر کے دوبارہ بجانا چاہا تو پھر بھی کوئی صدا اس سے بر آمد نہ ہوئی یہاں تک کہ چنگ انسان کی طرح قدرت خداوندی سے گویا ہوا اور یہ آیت پڑھنے لگا الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع الله قلوبهم لذكرالله (کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے خوف کھائیں) یہ سنتے ہی ایسے متنبہ ہوئے کہ چنگ کو توڑ دیا، شراب بہادی، وہ ریشمین اور گوناگون نقش و نگار سے منقش کپڑے جو زیب تن تھے ان سب کو پھاڑ ڈالا اور طلب علم و عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

ابو عبداللہ بن حمادؒ نے تو تاریخ مختصر المدارک میں اس حکایت کو اسی طرح بیان کیا ہے۔

واقعات میں تعارض اور تطبیق

مگر طبقات کفوی میں دوسری طرح مذکور ہے وہ باغ اور شراب نوشی اور سکر کا قصہ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ابن مبارکؒ نے یہ خواب دیکھا کہ ایک

جانور خوش الحان ایل درخت پر جوان کے قریب تھا یہ آیت تلاوت کر رہا ہے ان دونوں واقعات میں اس طرح تطبیق کی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے حق تعالیٰ نے اول خواب میں کسی پرندہ کی آواز سے انہیں باخبر کیا ہو اور پھر بیداری میں چنگ کے ذریعہ سے اس کی تاکید کی گئی ہو' بہر حال وہ اس شغل میں اپنے اصل مدعا کو پہنچ گئے۔

اس وقت اسلامی مملکت کے کسی قصبہ اور کسی قریہ میں بھی علماء اور فضلاء کی کمی نہیں تھی مرو خراسان کا ایک مشہور شہر ہے اس کو اچھی خاصی مرکزیت حاصل تھی اسلئے وہاں اہل علم کی کیا کمی ہو سکتی تھی غالباً ابتدائی تعلیم و تربیت وہاں ہوئی اس کے بعد اس زمانے کے عام مذاق کے مطابق علم حدیث کی طرف توجہ کی اس کے لئے انہوں نے شام' حجاز' یمن و مصر اور کوفہ و بصرہ کے مختلف شہروں اور قصبوں کا سفر کیا اور جہاں جو جواہر ملے انہیں اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ "طلب علم کے لئے عبداللہ بن مبارکؒ سے زیادہ سفر کرنے والا ان کے زمانے میں کوئی دوسرا موجود نہیں تھا انہوں نے دور دراز شہروں کا سفر کیا تھا مثلاً یمن' مصر' شام' کوفہ' بصرہ وغیرہ۔ ابو اسامہؒ فرماتے ہیں مارائیت رجلاً اطلب العلم فی الآفاق من ابن المبارک (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۵۱) میں نے عبداللہ بن مبارکؒ سے زیادہ کسی کو ملک در ملک گھوم کر طلب علم کرنے والا نہیں دیکھا۔

یہ سفر آج کل کا نہیں تھا کہ چند لمحوں میں نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے بلکہ اس زمانے کے سفر کا ذکر ہے جب لوگ پیدل یا اونٹ گدھوں کے ذریعہ

مہینوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتے تھے پھر راستوں کی دشواریاں تو الامان والحفیظ ' اور یہ کچھ صرف عبداللہ بن مبارکؒ ہی کی خصوصیت نہ تھی بلکہ سبھی اکابر ائمہؒ نے حصول علم میں در در کی خاک چھانی تھی ۔

آپ کا عہد زریں

آپ نے بہت سے تابعین کو پایا ' یہ وہ مبارک زمانہ تھا جس میں اسلام اور اہل اسلام کو فروغ حاصل تھا ' جہاد فی سبیل اللہ کے پھریرے فضائے آسمانی میں لہرا رہے تھے ' سنتیں رائج و سربلند اور بدعات سرنگوں تھیں ' آواز حق بلند کرنے والے اور عبادت میں زندگی گزارنے والے کثیر تعداد میں موجود تھے ' امن و امان کا دور دورہ تھا اور جیوش محمدیہ دور دور تک پہنچ چکے تھے اس وقت صالحین و عارفین میں سے ابراہیم بن ادہمؒ ' داؤد طائیؒ ' سفیان ثوریؒ اور فقہاء مجتہدین میں سے امام اعظم ابو حنیفہؒ ' امام مالکؒ ' اور امام اوزاعیؒ جیسے اکابر امت موجود تھے ۔

عبداللہ بن مبارکؒ کے والد کا تذکرہ

مبارک اور تقویٰ کا بلند معیار

بستان المحدثین میں ہے امام عبداللہ بن مبارکؒ کے والد بزرگوار شہر حران کے ایک ترک تاجر کے غلام اور مملوک تھے اور وہ تاجر بنی حنظلہ میں سے تھا جو بنی تمیم کا ایک قبیلہ ہے تاریخ عامری میں مذکور ہے کہ ان کے والد مبارکؒ بہت متقی اور پرہیز گار تھے ان کے مالک نے انہیں اپنے باغ کا داروغہ مقرر کیا تھا ایک دن اس نے یہ کہا کہ اے مبارک! باغ سے ایک ترش انار لے آؤ، وہ گئے اور ایک انار لائے جو شیرین نکلا مالک نے کہا میں نے تم کو ترش انار لانے کے لئے کہا تھا مبارکؒ نے جواب دیا کہ میں کس طرح معلوم کر سکتا ہوں کہ کونسے درخت سے انار شیرین اترتے ہیں اور کونسے درخت سے ترش۔ جس کسی نے ان درختوں سے کھایا ہے وہ جانتا ہے۔ مالک نے کہا تم نے اب تک کوئی انار نہیں کھایا۔ مبارکؒ نے کہا کہ آپ نے میرے ذمہ اس باغ کی حفاظت اور نگہبانی لازم کی ہے، کھانے اور چکھنے کی اجازت نہیں دی۔ میرے ذمہ جو خدمت لازم ہے اسے بجالاتا ہوں مالک ان کی اس دیانت اور امانت سے بہت خوش ہوا اور کہا کہ تم اس قابل ہو کہ میری مجلس میں رہو اور

باغبانی کسی دوسرے شخص کے سپرد کروں اور وہ ان کی بھرپور قدر ومنزلت کرنے لگا۔ (بستان المحدثین ص ۱۵۰)

مالکؒ نے مبارکؒ کو بیٹی نکاح میں دیدی

مبارکؒ کے آقا کی ایک لڑکی تھی جس کی شادی کے پیغامات ہر طرف سے آرہے تھے لیکن غالباً وہ ان نسبتوں میں کوئی فیصلہ نہیں کر پارہا تھا۔ ایک روز مبارکؒ کے مالک نے اپنی نوجوان بیٹی کے نکاح کے بارے میں ان سے مشورہ کیا تو مبارکؒ نے کہا کہ جاہلیت کے عرب تو اپنی لڑکی کا نکاح حسب ونسب کے اعتبار سے کرتے تھے' یہود مال کے عاشق ہیں' نصاریٰ جمال پر فریفتہ ہوتے ہیں مگر اسلام میں دین کا اعتبار ہے ان چاروں میں سے جو پسند خاطر ہو اس پر عمل کرنا چاہئے۔ مالک کو ان کی یہ عاقلانہ بات بہت پسند آئی گھر جاکر اس مشورہ کو اپنی بیوی سے بیان کیا اور کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح مبارکؒ سے کردوں میری لڑکی کا شوہر بننے کے لئے مبارکؒ سے بہتر کوئی دوسرا شخص نہیں ہے' اگرچہ غلام ہے مگر پرہیزگاری' تقویٰ اور دینداری کے اعتبار سے وہ اپنے زمانہ کا سردار ہے لڑکی کی ماں بھی نیک بخت اور بڑی سعادتمند تھیں' ماں نے بھی اسے پسند کیا تو اس کا نکاح ان سے کردیا (ابن خلکان شذرات الذہب ج ا ص ۲۹۶) اسی لڑکی سے امام عبداللہ بن مبارکؒ پیدا ہوئے اس تاجر کی وراثت سے بہت سارا مال ان کو ملا۔

(بستان المحدثین ص ۱۵۰)

ایسی تجارت جس میں دارین کا نفع ہو

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے والد المبارکؒ نے انہیں پچاس ہزار درہم دیکر کہا کہ اس روپیہ سے تجارت کرو، عبداللہ بن مبارکؒ ان درہموں کو لے کر چلے گئے اور سب کو علم حدیث کے طلباء میں خرچ کر کے واپس آگئے جب والد بزرگوار نے دریافت کیا کہ ان درہموں سے کیا جنس لائے اور کس قدر کمایا تو عبداللہ بن مبارکؒ نے اس مدت میں جس قدر دفتروں (علمی کاپیاں، رجسٹر اساتذہ سے افادات کا مجموعہ) کو جمع کیا تھا وہ باپ کے سامنے پیش کر کے کہا کہ میں یہ جنس لایا ہوں اور میں نے ایسی تجارت کی ہے کہ جس سے دارین کا نفع حاصل ہو۔ باپ بہت خوش ہوئے گھر میں لے جا کر 30,000 (تیس ہزار درہم) مزید عنایت فرمائے اور یہ کہا کہ ان کو بھی اسی جنس میں صرف کر کے اپنی تجارت کو کامل کرلو۔

(بستان المحدثین ص ۱۵۴)

استفادہ وافادہ 'اسفار' تحصیل علم

اساتذہ اور تلامذہ

موجودہ زمانے کی طرح اس وقت علم و فن نہ اس طرح مدون تھا اور نہ ایک جگہ محفوظ ' خصوصیت سے علوم دینیہ میں علم حدیث کا ذخیرہ تقریباً تمام ممالک اسلامیہ میں بکھرا ہوا تھا 'اس کی وجہ یہ تھی کہ حدیث کے سب سے پہلے حامل صحابہ کرامؓ کی زندگی گوشہ گیری کی نہیں بلکہ مجاہدانہ تھی اس لئے وہ شوق جہاد اور دوسری ضرورتوں کی بنا پر تمام امصار و قصبات میں پھیل گئے تھے وہ جہاں پہنچتے تھے وہاں کے باشندے ان سے اکتساب فیض کرتے تھے اور وہ آنحضرت ﷺ کے قول و عمل اور آپ کی سیرت کو ان سے معلوم کر کے اپنے سینوں اور سفینوں میں محفوظ کرتے جاتے تھے۔

اب جن لوگوں کو صرف عملی زندگی کے لئے حدیث نبوی ﷺ کے ذخیرہ کے معلوم کرنے کی خواہش ہوتی تھی ان کو بہت زیادہ کدو کاوش کی ضرورت نہیں تھی ان کے لئے ان کے دور کے صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد وہاں کے علماء اور فضلاء کی زندگی دیکھ لینا بھی کافی تھا مگر جو لوگ ان تمام بکھرے ہوئے جواہر ریزوں اور شہ پاروں کو یکجا مدون اور مرتب کر دینا چاہتے تھے کہ ان کی زندہ

ہستیوں کے اٹھ جانے کے بعد کہیں یہ ذخیرہ ضائع نہ ہو جائے ان کے لئے دور دور کی خاک چھاننی اور شہروں اور قصبوں کے لئے زحمت سفر اٹھانی ناگزیر تھی امام عبداللہ بن مبارکؒ بھی انہی بزرگوں میں تھے ۔

ابن مبارکؒ کے بعض اساتذہ کا تذکرہ

عباس کہتے ہیں کہ ان کے 800 شیوخ سے تو مجھے ملاقات کا موقع ملا ہے ذیل میں ان کے بعض ممتاز اساتذہ کے نام لکھے جاتے ہیں۔

(۱) **امام اعظم ابوحنیفۃؒ** :- امام عبداللہ بن المبارکؒ ، امام اعظم ابو حنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں ان کو امام ابو حنیفہؒ سے بڑی محبت اور انسیت تھی فرماتے کہ جو کچھ مجھے حاصل ہوا وہ امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کی وجہ سے حاصل ہوا ، ان کے ارشاد کے الفاظ یہ ہیں ۔

لولا ان الله تعالیٰ اعاننی ...... اگر اللہ تعالیٰ ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کے بابی حنیفةؒ وسفیانؒ کنت...... ذریعے میری دستگیری نہ کرتا تو میں بھی کسائر الناس .... عام آدمیوں کی طرح ہوتا ۔

(تہذیب التہذیب)

مناقب کردری میں ابن مطیعؒ کی روایت ہے کہ میں نے ان کو امام صاحبؒ کے پاس کتاب الرائے کی قرات کرتے ہوئے دیکھا ان سے اچھی قرات کرنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا ۔ (کردری ج ۲ ، ص ۱۲۹)

امام اعظمؒ کی عظمت اور شان و مقام میں ان کے اشعار بھی منقول ہیں جو علیحدہ عنوان کے تحت اسی کتاب میں درج کر دیے ہیں ۔

امام مالکؒ

ان کے دوسرے ممتاز شیخ امام مالکؒ ہیں امام مالکؒ سے انہوں نے موطا کا سماع کیا تھا موطا کے متعدد نسخے ہیں جن میں ایک کے راوی عبداللہ بن مبارکؒ بھی ہیں۔ امام مالکؒ کے مشہور شاگرد یحیٰ بن یحیٰ اندلسیؒ۔ امام مالکؒ کی مجلس درس میں امام عبداللہ بن مبارکؒ کی آمد کاذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں ۔

خراسان کا فقیہ

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ایک بار امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے توامام مالکؒ مجلس سے اٹھ گئے اور ان کو اپنے قریب بٹھایا اس سے پہلے امام مالکؒ کسی کے لئے اپنی مجلس درس سے نہیں اٹھے تھے جب ان کو بٹھالیا تب درس کا سلسلہ جاری رکھا قاری پڑھتا جاتا تھا جب امام مالکؒ کسی اہم مقام پر پہنچتے تو عبداللہ بن مبارکؒ سے دریافت فرماتے کہ اس بارے میں آپ لوگوں یعنی اہل خراسان کے پاس کوئی حدیث یا اثر ہو تو پیش کیجئے ' عبداللہ بن مبارکؒ نہایت احترام سے بہت آہستہ آہستہ جواب دیتے اس کے بعد وہ وہاں سے اٹھے اور مجلس سے باہر چلے گئے (غالباً یہ بات استاد کے احترام کے خلاف معلوم ہوئی کہ وہ ان کی موجودگی میں کوئی جواب دیں امام مالکؒ ان کے اس پاس ادب ولحاظ سے بہت متاثر ہوئے اور تلامذہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ "ابن مبارکؒ خراسان کے فقیہ ہیں"۔ یہ واقعہ غالباً ان کی طالب علمی کے زمانے کا نہیں ہے بلکہ اس وقت کا ہے جب ان کی شخصیت معروف اور مشہور ہو چکی تھی وہ ایک فقیہ اور محدث کی حیثیت سے جانے جا چکے تھے اسلئے امام مالکؒ ان کا اعزاز اسی حیثیت سے کر رہے تھے اور وہ ایک شاگرد

رشید کی طرح ان سے پیش آرہے تھے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ بستان المحدثین میں تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہوئے اور ان سے طریق تفقہ حاصل کیا جب امام اعظمؒ کی وفات ہو گئی تو مدینہ منورہ میں امام مالکؒ کی خدمت میں رہ کر علوم کی تکمیل کی اسی وجہ سے ان کا اجتہاد بہت مجموعی طریق پر ہے یہی وجہ ہے کہ حنفیہ انہیں اپنی جماعت میں شمار کرتے ہیں اور مالکیہ انہیں اپنے طبقات میں لکھتے ہیں آخر حیات تک اس طریق پر قائم رہے کہ ایک سال حج کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور ایک سال جہاد میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی تمام زندگی سفر میں گزری، کبھی تحصیل علم کے لئے، کبھی حج کے لئے جاتے، کبھی جہاد اور تجارت کے لئے، اسی طرح اسلامی ممالک میں گشت کرتے رہے، امام مالکؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ ہشام بن عروہؒ، سلیمان التیمیؒ، اسماعیل بن ابی خالدؒ، امام اعمشؒ، عاصم احولؒ، حماد بن سلمیؒ، حمید طویل شعبہ بن حجاجؒ، خالد حذاءؒ، معر بن کدامؒ، اور دوسرے علماء تبع تابعین اور صغار تابعین رحمھم اللہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ محدثینؒ میں سے عبدالرحمان بن مہدیؒ، یحیٰ بن معینؒ، ابو بکرؒ و عثمانؒ پسران ابن ابی شیبہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، حسن بن عرفہؒ ان کے شاگرد ہیں اور عجیب تربات یہ ہے کہ سفیان ثوریؒ نے بھی جو ان کے بزرگ ترین شیوخ میں سے ہیں ان سے کچھ باتیں اخذ کی ہیں۔ (بستان المحدثین) خود حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ فرمایا کرتے تھے حملت عن اربع الاف شیخ فرویت عن الف منھم کہ میں نے چار ہزار شیوخ سے علم کو

جمع کیا ہے لیکن روایت صرف ایک ہزار شیوخ سے کرتا ہوں (بستان المحدثین)
دوسری روایت میں ہے کہ کتبت عن الف یعنی ایک ہزار شیوخ کی روایات کو لکھ لیا ہے یعنی جن لوگوں سے تحصیل علم کیا ان کی تعداد تو چار ہزار ہے مگر ہر شیخ اس قابل نہیں ہوتا کہ اس کے علم وروایت کو معیاری قرار دیا جائے' اسلئے غایت احتیاط میں صرف ایک ہزار شیوخ کی روایت لکھنا پسند کیا اور اسی کو انہوں نے دوسروں تک منتقل کیا۔

ایک حدیث پر ساری رات

علی بن حسن بن شقیقؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن عبداللہ بن مبارکؒ کے ہمراہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر باہر آیا حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اپنے مکان کو جانا چاہتے تھے رات سخت جاڑوں کی تھی جب ہم مسجد کے دروازے پر پہنچے تو میں نے ان سے ایک حدیث کا ذکر کیا انہوں نے جواب دینا شروع کیا تو اسی مقام پر کھڑے کھڑے صبح ہو گئی اور مؤذن نے آکر فجر کی اذان دی۔

(بستان المحدثین ص ۱۵۳)

عالم مشرق ومغرب

ایک شخص حضرت سفیان ثوریؒ کی خدمت میں ایک مسئلہ دریافت کرنے آیا' دریافت فرمایا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا مشرق کے علاقے سے حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ کیا تمہارے یہاں مشرق کے سب سے بڑے عالم موجود نہیں ہیں جو یہاں آئے ہو' اس شخص نے دریافت کیا وہ کون ہیں فرمایا کہ عبداللہ بن مبارکؒ۔۔اس نے تعجب سے دریافت کیا کہ کیا وہ تمام اہل مشرق میں

بہتر اور ممتاز عالم ہیں حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ وہ مشرق ہی نہیں مغرب کے بھی تمام لوگوں میں زیادہ عالم ہیں۔

عبدالرحمان ابن ابی جمیلؒ کہتے ہیں کہ ہم مکہ معظمہ میں امام عبداللہ بن مبارکؒ کے ارد گرد بیٹھے تھے ہم نے ان سے عرض کیا کہ اے عالم مشرق! آپ ہم سے حدیث بیان کیجئے حضرت سفیان ثوریؒ ہم سے قریب ہی بیٹھے تھے انہوں نے یہ بات سنی تو ارشاد فرمایا' یہ صرف مشرق ہی کے عالم نہیں ہیں' مشرق و مغرب اور اس کے درمیان کے تمام علاقوں کے ممتاز عالم ہیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے خود فرمایا کہ میری تمام عمر یہ خواہش رہی کہ کاش میری زندگی کا ایک سال ہی عبداللہ بن مبارکؒ جیسا گزر جائے۔ مگر میں اس پر قادر نہ ہو سکا' ایک سال تو بڑی بات ہے میں تو ان جیسے تین دن گزارنے کی دسترس نہ پا سکا ۔ (مقدمہ کتاب الزہد والرقاق)

فن حدیث کے عجائبات

ابو بکر خطیبؒ فرماتے ہیں کہ فن حدیث کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ معمر بن راشدؒ اور حسین بن داؤدؒ ان دونوں نے عبداللہ بن مبارکؒ سے حدیث کو روایت کیا ہے حالانکہ ان دونوں کی وفات کے مابین ایک سو بتیس سال (132سال) کی مدت ہے ۔

شوق علم اور طلب علم

ابو اسامہؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے زیادہ شوق علم رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا مختلف مقامات پر متعدد اساتذہ سے آپ نے علمی فیض

حاصل کیا، ۱۴۱ میں عراق سے طلب علم کے لئے نکلے تھے، شام، مصر اور یمن پہنچے اور کثیر التعداد اساتذہ سے بہت کچھ احادیث سنیں، آپ نے خود فرمایا کہ میں نے چار ہزار شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا ہے اور ایک ہزار سے روایت کرتا ہوں ابن معینؒ کا قول ہے کہ عبداللہ بن مبارکؒ نے بیس اکیس ہزار کتابوں سے حدیث بیان کی ہے۔

حافظہ

صخر نامی آپ کے ایک دوست بیان کرتے ہیں کہ بچپن کے زمانے میں میرا اور عبداللہ بن مبارکؒ کا گزر ایک خطیب کے پاس ہوا اس نے ایک طویل تقریر کی جب وہ تقریر ختم کر چکا تو ابن مبارکؒ نے کہا میں نے اس تقریر کو یاد کر لیا اس بات کو ایک شخص سن رہا تھا اس نے کہا اچھی بات ہے تقریر تو یاد کر لی ہے تو اس کو سناؤ آپ نے وہ تقریر من و عن سنا دی۔

نعیم بن حمادؒ کا بیان ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن مبارکؒ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ میرے والد نے مجھ سے فرمایا کہ اگر تیری کتابیں میرے ہاتھ لگ گئیں تو میں ان سب کو جلا دوں گا میں نے ان سے عرض کیا کہ اس سے میرا کوئی نقصان نہیں ہوگا کیونکہ جو کچھ میری کتابوں میں مکتوب ہے وہ میرے سینہ میں بھی محفوظ ہے۔

حسن احترام

اسماعیل بن علیؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن مبارکؒ کا واقعہ معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک مرتبہ حماد بن زیدؒ کی خدمت میں سلام کر کے حاضر ہوئے (یہ حماد بن زیدؒ، عبداللہ بن مبارکؒ کے شیوخ و اساتذہ میں سے تھے) حمادؒ کے حلقہ درس

میں بیٹھے ہوئے طالبین حدیث نے اپنے استاذ سے عرض کیا کہ آپ ابو عبد الرحمان (عبد اللہ بن مبارکؒ) سے فرمایئے کہ وہ ہمارے سامنے حدیث بیان کریں شیخؒ نے عبد اللہ بن مبارکؒ سے فرمایا کہ ان طلباء کو حدیث سنایئے۔ یہ سب اس بات کے خواہشمند ہیں اور مجھ سے تقاضا کر رہے ہیں' آپ نے استاد سے عرض کیا سبحان اللہ! اے ابو اسماعیل (حمادؒ) میں اور آپ کے سامنے حدیث بیان کروں۔ حماد بن زیدؒ نے اصرار کے ساتھ فرمایا کہ آپ کو حدیث ضرور بیان کرنا ہوگی ۔ابن مبارکؒ نے فرمایا اچھی بات ہے بسلسلہ تعمیل حکم حدیث بیان کرتا ہوں پھر تو آپ نے حدثنا ابو اسماعیل بن زیدؒ کہہ کر احادیث بیان کرنا شروع کر دیں یعنی ادباً استاد کے سامنے استاد کے مرویات ہی کو دہرادیا۔(مقدمہ کتاب الثریہ)

درس وافادہ

خود عبد اللہ بن مبارکؒ نہایت ذہین وذکی اور غیر معمولی قوت حافظہ کے مالک تھے پھر ان کے شیوخ میں ہر فن کے استاد بلکہ امام موجود تھے اسلئے وہ ان کے فیض صحبت اور اپنی صلاحیت سے جلد ہی ایک ممتاز حیثیت کے مالک ہو گئے ۔اور علم وفن کے صدر نشین بنا دیئے گئے اور خلق خدا ان سے مستفید ہونے لگی ان کی زندگی بالکل مجاہدانہ تھی اسلئے کہیں مستقل طور سے جم کر وہ مجلس درس قائم نہیں کر سکے لیکن ان کا علم سفینہ کا مرہون منت نہیں تھا بلکہ جو کچھ تھا وہ سینہ میں محفوظ تھا اسلئے وہ جہاں کہیں اور جس حالت میں بھی رہتے ان کا علم ان کے ساتھ رہتا تھا گویا ان کی ذات ایک رواں دواں چشمہ فیض تھی جس سے تشنگان علم ہر آن اور ہر وقت استفادہ کر سکتے تھے کبھی وہ کوفہ میں ہیں تو کبھی بصرہ میں' کبھی بغداد میں ہیں

تو کبھی مصر اور رقہ میں غرض وہ جہاں بھی رہے علم وفن سایہ کی طرح ان کے ساتھ ساتھ رہا' بڑے بڑے شیوخ اور ان کے بعض اساتذہ تک ان سے سماع حدیث کے مشتاق رہتے تھے ۔

حماد بن زیدؒ نے سینے سے لگالیا

حماد بن زیدؒ مشہور محدث ہیں ' عبداللہ بن مبارکؒ ایک بار ان کی خدمت میں آئے انہوں نے کہا کہاں سے آرہے ہو؟ بولے خراسان سے 'پوچھا خراسان کے کس شہر سے۔بولے مرو سے۔مرو کا نام سن کر انہوں نے فوراً پوچھا عبداللہ بن مبارکؒ سے واقف ہو۔جواب دیا کہ وہ آپ کے سامنے موجود ہے۔حمادؒ نے انہیں اپنے سینے سے لگالیا۔ (خطیب ج ۱۱ص ۱۵۷)

درس وتدریس کے ساتھ ساتھ طلباء کی اصلاح وتربیت

آپ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ طلباء کے سامنے فقط روایات احادیث اور تعلیم وتدریس ہی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ بسا اوقات اپنے اصحاب وتلامذہ کو ان باتوں کی طرف بھی توجہ دلاتے رہتے تھے جن میں ان کے لئے رشد وفلاح اور خیر مضمر ہو بعض اوقات بعض طلباء کی تادیب ' وقتی طور پر ترک تعلق اور ترک کلام سے بھی فرمایا کرتے تھے ۔

گوشہ گمنامی سے محبت

مروزیؒ جو کہ کتاب الزہد کے راوی ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ شہرت سے بچنے کے لئے گوشہ گمنامی کو پسند کرو اور یہ بات بھی خواہ مخواہ لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کرو کہ تم گوشہ گمنامی کو پسند کرتے ہو اس سے بھی نفس کو

ابھرنے اور گھمنڈ کرنے کا موقع ملے گا اگر تم زہد و تقویٰ کا دعویٰ کرو گے تو یہ دعویٰ ہی زہد و تقویٰ سے بے تعلق ہونے کی دلیل ہوگا کیونکہ اس ترکیب سے تم لوگوں کی تعریف و توصیف حاصل کرنا چاہو گے ۔ (مقدمہ کتاب الزہد الرقاق)

تلامذہ

گو کسی خاص جگہ ان کی مسند درس قائم نہیں تھی مگر ایک خلق کثیر نے ان سے استفادہ کیا تھا اور جہاں وہ جاتے تھے ان کے ساتھ اکتساب فیض کے لئے لوگوں کا ہجوم ہو جاتا تھا ان کے تلامذہ کی صحیح تعداد بتانا مشکل ہے امام ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ

حدث عنه خلق لا يحصون ـــ ممالک اسلامیہ کے اتنے لوگوں نے ان سے

من اهل الاقاليم ـــــــــــ فائدہ اٹھا کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا ۔

(تذکرہ الحفاظ ج ۱ ص ۲۵۰)

اسی طرح حافظ ابن حجرؒ بعض ممتاز تلامذہ کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں ان سے ایک خلق کثیر نے استفادہ کیا تھا ۔ (تہذیب ج ۵، ص ۳۸۵)

سفیان ثوریؒ یہ ان کے استاد بھی تھے اور ان سے روایت بھی کرتے ہیں اس زمانے میں عام دستور تھا کہ اصاغر اکابر سے اور اکابر اصاغر سے روایت کرتے تھے کہ ایک روایت ایک معمولی شاگرد کے پاس ایسی ہے جس کا علم استاد کو نہیں ہے اس سے استفادہ کرنے میں شیوخ کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے ۔ معمر بن راشدؒ، ابو اسحاق انفراریؒ، عبدالرحمان بن مہدیؒ یہ لوگ بھی ان کے استاد تھے، امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راہویہؒ، سعید القطانؒ، فضیل بن عیاضؒ، ابو داؤد الطیالسیؒ، سلیمان

المروزیؒ وغیرہ۔

حدیث کا احترام

حدیث نبوی ﷺ کا ان کے دل میں بے حد احترام تھا اگر کسی سے اس کے خلاف حرکت سرزد ہو جاتی تو خفگی کا اظہار کرتے تھے ایک بار کوئی شخص دور سے سفر کر کے سماع حدیث کے لئے ان کے پاس آیا اور اسی وقت سماع کی درخواست کی انہوں نے انکار کیا وہ فوراً اٹھ کر جانے لگا تو دوڑ کر اس کی سواری کی رکاب تھام لی اس نے کہا کہ آپ نے مجھے حدیث کے سماع سے تو محروم رکھا مگر میری سواری کی رکاب تھام رہے ہیں فرمایا کہ ہاں میں اپنی ذات کو تو ذلیل کر سکتا ہوں مگر حدیث نبوی ﷺ کی توہین مجھے گوارا نہیں ۔ (مناقب کردری ج ۲ ص ۱۷۳)

غالباً اس نے بے موقع سوال کیا تھا یا سماع حدیث کا وہ اہل نہیں تھا اسلئے سماع نہیں کرایا مگر عام انسانی اخلاق صرف کرنے سے گریز نہیں کیا اسی طرح ایک شخص نے راستہ میں ان سے کسی حدیث کے بارے میں سوال کیا انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور فرمایا

لیس هذا موضع ۔۔یعنی یہ موقع حدیث نبوی ﷺ کی روایت وسماع حدیث .... کا نہیں ہے ۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ سے تلمذ

حافظ جمال الدین المزیؒ نے تہذیب الکمال میں ' حافظ ذہبیؒ نے مناقب میں ' حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے تبییض الصحیفہ میں ' اور امام بخاریؒ نے تاریخ میں عبداللہ بن مبارکؒ کو امام اعظمؒ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔

- خود عبداللہ بن مبارکؒ کا اپنی ذاتی تربیت کے بارے میں امام اعظمؒ کے متعلق تاثر یہ تھا کہ لولا ان اللہ اعاننی بابی حنیفہ وسفیان کنت بدعیاً اگر اللہ تعالیٰ ابو حنیفہؒ اور سفیانؒ سے تحصیل علم میں میری مدد نہ فرماتے تو آج میں بدعتی ہوتا۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ نے امام اعظمؒ کے علوم سے پورے طور پر سیراب ہونے کے بعد سفیان ثوریؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔

امام ذہبیؒ نے بسند متصل نقل کیا ہے مالزمت سفیان حتیٰ جعلت علم ابی حنیفه بکذا واشار بقبض یده یعنی میں سفیانؒ کے پاس اس وقت گیا جب میں نے ابو حنیفہؒ کے علم کو پورے طور پر سمیٹ لیا۔

(مناقب ذہبی ص ۲۵)

عظمت ابو حنیفہؒ

امام عبداللہ بن مبارکؒ کی نظر میں

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام عبداللہ بن مبارکؒ کے سامنے ایک بار امام اعظمؒ کا تذکرہ ہوا فرمایا اس شخص کے بارے میں کیا کہا جائے جس کے سامنے اور اس کا پورا سرمایہ آیا مگر اس نے لات ماردی کوڑے کھائے، تکلیفیں برداشت کیں مگر اس ناچیز کو ہرگز قبول نہیں کیا جس کے لئے اس وقت لوگ تمنائیں کررہے تھے اور در خواستیں لیے پھر رہے تھے۔ (مناقب ذہبی ص ۱۵)

امام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہؒ سے زیادہ پارسا کوئی نہیں دیکھا ہے اور ایک نظم میں جو انہوں نے امام اعظمؒ کی شان میں لکھی ہے امام اعظمؒ کی محد ثانہ شان کو سراہا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ابن المبارکؒ کے قلب میں امام اعظمؒ کا کیا مقام تھا چنانچہ فرماتے ہیں ۔

(نظم جامع المسانید ج ۲ ص ۳۰۸)

ابوحنیفہؒ کی مدح سرائی

قاضی ابوالقاسم بن کاسؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے اسحاق بن ابراہیم بن معراضؒ نے بیان کیا ہے، ان سے ابن سوید مروزیؒ نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن مبارکؒ کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا :

فهمت مقالكم واجبت عنه جواب فتی یزین ابا حنیفه

میں نے تمہاری بات سمجھ لی اور اس کا جواب اس نوجوان کی طرح دیا جو ابو حنیفہؒ کی ستائش کرتا ہے۔

فان اباحنیفه کان بحرا تقیاً خاشعاً ولدیه خیفه

کیوں کہ امام ابو حنیفہؒ سمندر تھے، متقی، صاحب خشیت اور ان کے دل میں خوف خدا تھا۔

ولم یك بالعراق له نظیر ولا بالمشرقین ولا بکوفه

عراق میں ان کی نظیر نہ رہی اور نہ کوفہ میں بلکہ دنیا میں کہیں نہیں۔

تریه المشکلات یطیر فیها کطیران الصفور علی المنیفه

تم ان کو مشکلات بتلاؤ (وہ اسے دور کرنے کے لئے اس طرح) دوڑ پڑیں، جیسے باز اس شکار کے اوپر جو بہت بلندی پر ہو۔

اذا ذکر الائمه فاذکروه بحسن الرای مؤ ونته خفیفه

جب ائمہ کا ذکر آتا ہے تو ان کا ذکر حسن رائے کے حوالے سے ہوتا ہے اور یہ کہ انہیں قیاس میں معمولی مشقت ہوتی ہے۔

رائیت القائمین له بخلف اذا حاجوا رووا حججا ضعیفه

میں نے ان سے اختلاف کرنیوالوں کو دیکھا، جب ان سے بحث کرتے ہیں تو کمزور دلیل لاتے ہیں۔

فانکم اذاهم عراکم فمالکم ورای ابی حنیفه

جب ایسے لوگ تمہارے پیشوا ہیں تو تم، امام ابو حنیفہؒ کی رائے سے کس طرح نفع

اندوز ہو سکتے ہو ۔

یعقوب بن سفیانؒ کا بیان ہے کہ میرے ایک ساتھی نے عبداللہ بن مبارکؒ کے کچھ اشعار مجھے لکھوائے جن میں انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی مدح کی تھی خطیب بغدادی نے ان کو اس طرح نقل کیا ہے :

رائیت ابا حنیفه کل یوم یزید نبالة ویزید خیراً

میں امام ابو حنیفہؒ کو روزانہ دیکھتا ہوں کہ وہ فضل و کمال اور خیر میں ترقی کرتے ہیں

وینطق بالصواب ویصطفیه اذا ماقال اهل الزور زوراً

ٹھیک بات بولتے ہیں اور درستی ہی کے متلاشی رہتے ہیں جب کہ جھوٹے لوگ جھوٹ بولتے ہیں

یقاس من یقایسه بلب فمن ذا یجعلون له نظیرا

جو قیاس میں ان کا مقابلہ کرتا ہے وہ عقلمندی کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتے ہیں ' وہ کون ہے جس کو لوگ ان کا نظیر بنائیں گے ۔

کفافاً فقد حماد وکانت مصیبتنا به امراً کبیراً

حماد بن ابو سلیمانؒ کی موت امر عظیم تھی ' مگر امام ابو حنیفہؒ ہمارے لئے ان کے بدل ہو گئے ۔

فرد شماته الاعداء عنا وانشاء بعده علماً کثیراً

امام ابو حنیفہؒ نے شماتت اعداء کو ختم کر دیا اور حماد بن ابو سلیمانؒ کے بعد علم کثیر کا رواج دیا ۔

رائیت ابا حنیفه حین یوتی ویطلب علمه بحراً عزیزاً

میں نے امام ابو حنیفہؒ کو دیکھا جب ان کے سامنے مسائل پیش کیے جاتے تو امام ابو حنیفہؒ ہی اس کے جان کار اور واقف کار پائے جاتے تھے ۔

ابوحنیفہؒ امام مالکؒ کی نظر میں

علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعیؒ عقود الجمان ص ۱۸۷ میں امام عبداللہ بن مبارکؒ سے ایک روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ میں امام مالک بن انسؒ کے پاس تھا اتنے میں ایک صاحب آئے امام مالکؒ نے ان کا بڑا اکرام کیا جب وہ چلے گئے تو فرمایا کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے یہ کون تھے ؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ امام ابو حنیفہؒ عراقی تھے (یہ ایسے علمی کمال کے مالک ہیں) کہ اگر کہہ دیتے لو قال هذه الاستوانة من ذهب لخرجت كما قال اگر کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ ایسا ہی ہو جاتا ۔

ان کو علم فقہ میں من جانب اللہ ایسی توفیق دی گئی ہے کہ انہیں اس میں بہت زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی ۔

سب لوگوں سے بڑھ کر فقیه

علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعیؒ عقود الجمان کے "باب العاشر" میں في ثناء الامة عليه وعلى فقهه وتعظيمهم له کے عنوان سے جلیل القدر فقہاء اور ائمہ کے اقوال نقل فرماتے ہیں ۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ سے بھی مختلف اقوال ، روایات اور مشاہدات منقول ہیں ذیل کے تمام مضامین اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سب لوگوں سے بڑھ کر

فقیہ تھے ان سے بڑا فقیہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا، خطیبؒ نے حافظ عبدالرزاق بن ہمامؒ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے عبداللہ بن مبارکؒ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ اگر کسی کو اپنی رائے سے دین کی بابت کہنا مناسب ہوتا تو ابو حنیفہؒ اس مرتبہ کے ہیں کہ ان کو اپنی رائے سے کہنا مناسب ہونا چاہئے ۔

ابوحنیفہؒ آیت ہیں

خطیبؒ نے امام عبداللہ بن مبارکؒ سے یہ بھی بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ ابو حنیفہؒ آیت تھے ایک آدمی نے کہا ابو عبدالرحمٰن! شر میں آیت تھے یا خیر میں ؟ انہوں نے فرمایا ارے آیت کا لفظ خیر ہی میں بولا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے " غاية في الشر وآية في الخير "اس کے بعد قرآن کی آیت تلاوت فرمائی " وجعلنا ابن مريم وامه آية "(۱) ہم نے عیسیٰ بن مریم اور اس کی ماں کو اپنی قدرت کی نشانی بنادیا ۔

ابوحنیفہ سب سے اچھے ہیں

خطیبؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ سے یہ بھی روایت کی کہ اگر اثر تک نہ پہنچ سکیں اور رائے کی ضرورت پڑے تو مالکؒ، سفیان ثوریؒ اور ابو حنیفہؒ کی رائے کی طرف رجوع کیا جائے گا لیکن ابو حنیفہؒ ان میں سب سے اچھے ہیں، سب سے زیادہ باریک بین ہیں، علم فقہ میں ان سب سے زیادہ غوطہ زن ہیں اور ان تینوں میں زیادہ فقیہ ہیں، خطیب ہی نے عبداللہ بن مبارکؒ سے یہ بھی روایت کی ہے کہ اگر اللہ نے ابو حنیفہ اور سفیان ثوریؒ سے میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں عام لوگوں کی طرح ہوتا ۔

ابوحنیفہؒ کا قول جیسے حضور ﷺ کا اثر

قاضی ابوالقاسم بن کاسؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہؓ کا اثر نہ پائیں تو ابو حنیفہؒ کا قول ہمارے نزدیک ایسا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کا اثر۔

میں ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ سے متفق ہوں

صیمریؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت کی کہ امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کسی بات پر متفق ہو جائیں تو میں ان دونوں کو اپنے اور خدا کے درمیان حجت سمجھتا اور دلیل مانتا ہوں اس چیز سے جس کا میں خدا کے دین میں فتوی دیتا ہوں اور اسے خدا کے دین میں فتویٰ کی دلیل قرار دیتا ہوں۔

میں نے علم فقہ ابوحنیفہؒ سے سیکھا ہے

صیمریؒ نے منصور بن ہشام سے روایت کی ہے کہ ہم عبداللہ بن مبارکؒ کے ساتھ تھے ایک آدمی ابو حنیفہؒ کی برائی کرنے لگا عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا تیرا بھلا ہو کیا تو ایسے آدمی کی برائی کرتا ہے جو سارا قرآن دو رکعت میں پڑھتا تھا نیز یہ کہ جو علم فقہ میرے پاس ہے وہ ابو حنیفہؒ ہی سے میں نے سیکھا ہے۔

ابن مبارکؒ نے ایک ماہ سبق بند کردیا

ابو محمد حارثیؒ نے حبان موسیٰؒ سے روایت کی ہے کہ ایک دن عبداللہ بن مبارکؒ بیٹھے حدیث بیان کر رہے تھے فرمانے لگے (حدثنی نعمان بن ثابت) نعمان بن ثابت نے مجھ سے حدیث بیان کی کسی نے عرض کیا ابو عبدالرحمٰن! آپ کس کو مراد لے رہے ہیں؟ فرمایا ابو حنیفہؒ جو علم کے مخزن ہیں یہ سن کر بعض لوگوں

نے حدیث لکھنا بند کر دیا عبداللہ بن مبارکؒ تھوڑی دیر چپ رہے اس کے بعد فرمایا اے لوگو! آپ لوگ کتنے بے ادب ہیں' ائمہ کرام کے مراتب سے کس قدر ناواقف ہیں علم اور اہل علم سے آپ لوگوں کی معرفت کتنی کم ہے کوئی بھی ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر اقتداء کے لائق نہیں اسلئے کہ وہ امام تھے' متقی تھے' پرہیز گار تھے صاف و بے داغ تھے' عالم تھے' فقیہ تھے انہوں نے علم کو بصیرت' فہم و فراست اور تقویٰ کے ذریعے اس طرح کھل کر بیان کیا کہ جیسا کسی اور نے نہیں کیا اس کے بعد قسم کھائی کہ ایک مہینہ سبق نہیں پڑھاؤں گا۔

ابوحنیفہؒ اور علم کی باریکیاں

ابو القاسم بن کاسؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت نقل کی کہ میں نے سفیان ثوریؒ سے عرض کیا" ماتقول فی الدعوة قبل الحرب "(لڑائی سے پہلے کافروں کو اسلام کی دعوت دینے کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں ؟) انہوں نے فرمایا اب لوگوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ کس بات پر ان سے جنگ ہے ؟ (یعنی دعوت ضروری نہیں) میں نے عرض کیا ابو حنیفہؒ اس بارے میں وہ بات کہتے ہیں جو آپ کو پہنچ چکی ہے یہ سن کر انہوں نے سر جھکا لیا تھوڑی دیر بعد اٹھایا دائیں بائیں نظر کی کسی کو نہیں دیکھا اس کے بعد فرمایا یقیناً ابو حنیفہؒ علم کی باریکیوں تک آسانی سے پہنچ جاتے تھے خدا کی قسم علم کو مضبوطی سے لینے والے تھے' حرام چیزوں سے لوگوں کو روکنے والے تھے' وہ ثقہ راویوں کی احادیث کو تلاش کرتے رہتے تھے رسول اللہ ﷺ کی آخری فعل کی تلاش میں لگے رہتے تھے' علماء نے اہل کوفہ کو اتباع حق میں جس چیز پر پایا' لے لیا اور اس کو اپنا طریقہ بنا لیا ایک قوم نے ان پر

عیب لگایا ہم نے ان کا جواب نہیں دیا خاموش رہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے ہیں ۔

امام ابوحنیفہؒ کے وفور عقل اور کثرت علم پر رشک آیا

خطیب بغدادیؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت کی ہے کہ میں ملک شام میں امام اوزاعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کو بیروت میں پایا انہوں نے مجھ سے فرمایا اے خراسانی ! وہ بدعتی کون ہے جو کوفے میں ظاہر ہوا ہے جس کو ابو حنیفہؒ کہتے ہیں ؟ میں اپنے گھر واپس آیا اور امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں کو از سر نو پڑھا ' ان میں سے کچھ عمدہ عمدہ مسئلے نکالے تین دن تک یہ کام کرتا رہا تیسرے دن حاضر ہوا ' وہ مؤذن اور امام تھے کتاب میرے ہاتھ میں تھی وہ فرمانے لگے یہ کتاب کیا ہے ؟ میں نے پکڑا دیا انہوں نے اس میں سے ایک مسئلہ دیکھا جس پر میں نے لکھ رکھا تھا" قال نعمان بن ثابت "وہ اذان کے بعد کھڑے کے کھڑے رہ گئے کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھ ڈالا ' پھر کتاب آستین میں رکھ لی اور نماز پڑھائی پھر کتاب نکالی اور پوری پڑھ ڈالی پھر فرمایا خراسانی ! یہ نعمان بن ثابت کون ہے ؟ میں نے عرض کیا ایک شیخ ہیں صاحب فضیلت ہیں جاؤ ان سے بہت زیادہ علم حاصل کرو میں نے عرض کیا کہ یہ وہی ابو حنیفہؒ ہیں جن سے آپ نے منع فرمایا ہے ۔

اس قصہ کو ابو القاسم جرجانیؒ نے بھی عبداللہ بن مبارک سے نقل کیا ہے ان کی روایت کے آخر میں اتنا اضافہ ہے کہ اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ مکہ مکرمہ میں مل گئے اور آپس میں متعدد اجتماعات ہوئے میں نے دیکھا کہ امام اوزاعیؒ ان مسائل کے بارے میں جو میرے رقعہ میں تھے بحث کر رہے تھے اور

امام ابو حنیفہؒ اس سے زیادہ وضاحت کر رہے تھے جو میں نے اپنے رقعہ میں لکھ رکھا تھا جب دونوں الگ ہو گئے تو میں امام اوزاعیؒ سے ملا اور انہوں نے فرمایا کہ مجھے امام ابو حنیفہؒ پر ان کے کثرت علم اور وفور عقل پر رشک آیا اللہ سے استغفار کرتا ہوں میں کھلی ہوئی غلطی پر تھا تم ان کو لازم پکڑو! وہ اس کے خلاف ہیں جو مجھ کو پہنچی اس واقعہ کو صیمریؒ نے بھی اخبار ابی حنیفہؒ میں صفحہ ۷۸ پر نقل کیا ہے۔

یك نه شد، دوشد

عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا کہ میں اپنی دیوار میں جنگلہ کھولنا چاہتا ہوں، امام صاحبؒ نے فرمایا جو چاہو کھول لو، لیکن پڑوسی کے گھر میں تاک جھانک مت کرنا، جب وہ کھڑکی کھولنے لگا تو اس کا پڑوسی ابن ابی لیلیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی۔ انہوں نے اس کو کھڑکی کھولنے سے منع کر دیا، اب وہ بھاگا ہوا امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں پہنچا، امام صاحبؒ نے فرمایا اچھا جاؤ اب دروازہ کھول لو، وہ دروازہ کھولنے لگا تو اس کا پڑوسی اس کو لیکر ابن ابی لیلیٰ کے پاس آیا انہوں نے منع کر دیا، وہ پھر امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں آیا اور صورت حال بتائی امام صاحبؒ نے پوچھا تمہاری کل دیوار کی کیا قیمت ہے؟ اس نے عرض کیا تین اشرفیاں؟ امام صاحبؒ نے فرمایا یہ تین اشرفیاں میرے ذمہ ہیں جا اور ساری دیوار گرا دے۔ وہ آیا اور دیوار گرانے لگا۔ پڑوسی نے منع کر دیا اور اس کو لیکر ابن ابی لیلیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان سے شکایت کی ابن ابی لیلیٰ نے فرمایا وہ اپنی دیوار گراتا ہے اور تم چاہتے ہو کہ میں اس کو روک دوں۔ چنانچہ اس آدمی سے فرمایا جا گرا دے اور جو کچھ تیرا جی چاہے کر۔ پڑوسی نے کہا کہ

آپ نے مجھے کیوں پریشان کیا اور ایک جنگلہ کھولنے سے منع کر دیا؟ کھڑکی کا کھولنا میرے لئے آسان تھا اب یہ ساری دیوار گرائے گا ابن ابی لیلیٰ نے فرمایا یہ آدمی ایسے شخص کے پاس جاتا ہے جو میری غلطی بتلاتا ہے اب جب میری غلطی واضح ہو گئی تو میں کیا کروں ۔ (عقود الجمان)

امام صاحبؒ کی شان ہی عجیب تھی

عبداللہ بن مبارکؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ سے یہ مسئلہ معلوم کیا کہ دو آدمی ہیں ایک کے پاس ایک درہم ہے اور دوسرے کے پاس دو درہم' یہ سب درہم آپس میں مل ملا گئے اور دو درہم کھو گئے' پتہ کچھ نہیں کون سے درہم کھو گئے ؟ امام صاحبؒ نے فرمایا باقی درہم دونوں کا ہے۔ دو درہم والے کے دو حصہ' ایک درہم والے کا ایک حصہ۔

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے ابن شبرمہؒ سے ملاقات کی اور یہی مسئلہ معلوم کیا ۔ انہوں نے فرمایا کسی اور سے بھی معلوم کیا؟ عرض کیا ہاں ابو حنیفہؒ سے' تو انہوں نے فرمایا کہ ابو حنیفہؒ نے یہ جواب دیا کہ جو درہم بچ رہا ہے' اس کا دو ثلث دو درہم والے کا' ایک ثلث ایک درہم والے کا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں اس نے فرمایا ان سے غلطی ہو گئی ۔ دیکھو جو دو درہم ضائع ہوئے ان میں سے ایک تو ضرور دو درہموں میں سے ہے باقی ایک ضائع ہونے والا درہم ان دونوں کا ہو سکتا ہے اسی طرح جو درہم باقی رہا' وہ دونوں کا نصف نصف ہے' عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں مجھے یہ جواب بہت ہی اچھا معلوم ہوا ۔

اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ سے ملاقات ہوئی' ان کی عجیب ہی شان تھی اگر

ان کی عقل کو نصف دنیا کی عقل سے تولا جائے تو بڑھ جائے وہ مجھ سے فرمانے لگے تم ابن شبرمہ سے ملے اور انہوں نے فرمایا کہ علم اس بات کو محیط ہے کہ ضائع ہونے والا دو درہموں میں سے ایک ہے اور بچا ہوا درہم ان دونوں کے درمیان آدھا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں' تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا جب تینوں درہم مل گئے تو آپس میں شرکت واجب ہو گئی پھر ایک درہم والے کا حصہ ہر درہم کا ثلث ہو گیا اور دو درہم والے کا حصہ ہر درہم میں دو ثلث ہوا تو جو درہم بھی کھویا گیا دونوں کا کھویا گیا اور دونوں کا حصہ گیا۔ (عقود الجمان)

یہ ایسی چیز ہے' جس کا الہام من جانب اللہ ہوا ہے

عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ کو مکہ مکرمہ کے راستہ میں دیکھا کہ ان کے لئے ایک گائے کا بچھڑا بھنا گیا' ساتھیوں کی خواہش ہوئی کہ اسے سرکہ سے کھائیں لیکن سرکہ ڈالنے کے لئے کوئی برتن نہیں تھا لوگ حیران تھے کس طرح سرکہ نکالیں' اتنے میں امام ابو حنیفہؒ کو دیکھا کہ ریتلی زمین میں گڑھا کھودا' پھر اس پر دستر خوان بچھایا اور دستر خوان پر سرکہ ڈال دیا اور لوگوں نے سرکہ کے ساتھ بھنا ہوا گوشت کھایا اور کہنے لگے آپ ہر چیز کو نہایت عمدہ طور پر کرتے ہیں امام صاحبؒ نے فرمایا خدا کا شکر کرو یہ ایسی چیز ہے جس کا الہام اللہ کے فضل سے ہوا ہے۔ (عقود الجمان)

یہ بات بیش قیمت ہے

علی بن مسہرؒ سے روایت ہے کہ ہم لوگ امام ابو حنیفہؒ کے پاس بیٹھے تھے کہ عبداللہ بن مبارک تشریف لائے اور امام ابو حنیفہؒ سے معلوم کیا کہ ایک آدمی ہنڈیا

پکار رہا تھا' ایک پرندہ اس میں گر کر مر گیا' آپ کا اس میں کیا فتویٰ ہے' امام صاحبؒ نے اپنے شاگردوں سے کہا بتاؤ اس کا کیا جواب ہے؟ شاگردوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ نقل کیا کہ شوربا پھینک دیں اور گوشت کھالیں امام صاحبؒ نے فرمایا یہی ہم بھی کہتے ہیں البتہ اس میں کچھ تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ہانڈی میں جوش آنے کے بعد آپڑا ہو تو گوشت دھو کر کھالیا جائے اور شوربا پھینک دیا جائے۔

عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا یہ تفصیل کہاں سے فرما رہے ہیں؟ تو امام صاحبؒ نے فرمایا جب پرندہ ہانڈی کے جوش مارنے کی حالت میں گرے گا تو سرکہ اور مصالحہ کی طرح نجس پانی گوشت میں سرایت کر جائے گا اور جب جوش ٹھنڈا ہو گیا تو گوشت کے اوپر لگے گا اندر سرایت نہیں کرے گا' عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا "ھذا زرین" یہ بات سونا ہے۔ (عقود الجمان)

امام صاحبؒ کی ذہانت کے چند واقعات

عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حج کیا تو ابو جعفر محمد بن علی بن حضرت حسین بن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنھم کی زیارت کی ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ تم وہی ہو جو قیاس کے ذریعے میرے دادا اور ان کی حدیثوں کی مخالفت کرتے ہو؟ ابو حنیفہؒ نے فرمایا اللہ کی پناہ! تشریف رکھیے اسلئے کہ آپ کی تعظیم ہمارے اوپر واجب ہے جیسے کہ آپ کے دادا علیہ افضل الصلواۃ والسلام وعلیٰ اصحابہ کی' وہ بیٹھ گئے' امام اعظمؒ ان کے سامنے گھٹنوں کے بل دوزانو بیٹھ گئے اور عرض کیا حضرت سے تین مسئلے دریافت کر رہا ہوں جواب عنایت فرمائیں۔

اول یہ کہ مرد زیادہ کمزور ہے یا عورت ' فرمایا عورت۔ امام ابو حنیفہؒ نے عرض کیا مرد اور عورت کے کیا کیا حصے وراثت میں ہوتے ہیں ؟ ابو جعفرؒ نے فرمایا عورت کا حصہ مرد کے حصے کا آدھا ہوتا ہے ' امام ابو حنیفہؒ نے عرض کیا اگر میں قیاس سے کہتا تو اس کے برعکس کہتا کیوں کہ عورت مرد سے کمزور ہے لہذا اس کا دو حصہ ہونا چاہئے تھا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نماز افضل ہے یا روزہ ؟ فرمایا نماز ' تب امام صاحبؒ نے عرض کیا اگر میں قیاس سے کہتا تو دوسرا حکم دیتا اور کہتا کہ حائضہ نماز کی قضا کرے ' روزہ کی نہیں ' کیوں کہ نماز افضل ہے۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی ؟ فرمایا پیشاب زیادہ نجس ہے اس پر امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر میں قیاس سے کہتا تو حکم دیتا کہ پیشاب سے غسل واجب ہے ' منی سے نہیں۔ کیوں کہ پیشاب زیادہ نجس ہے خدا کی پناہ اس بات سے کہ میں حدیث کے خلاف کوئی بات کہوں ' میں تو حدیث کے چاروں طرف سے پھرتا ہوں یہ سن کر ابو جعفر محمدؒ کھڑے ہو گئے اور ابو حنیفہؒ کا منہ چوم لیا۔ (عقود الجمان)

امام اعظمؒ کا فقہی مقام
عبداللہ بن مبارکؒ کی نظر میں

• امام اعظم ابو حنیفہؒ کے فقہ کے بارے میں عبداللہ بن مبارکؒ کا جو تاثر حافظ عبدالقادرؒ نے سوید بن نصر کے حوالے سے لکھا ہے اس سے ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو لوگوں کو فقہ ابی حنیفہ کے بارے میں امام عبداللہ بن مبارکؒ کی طرف منسوب کر کے افسانے سناتے رہتے ہیں فرماتے ہیں۔

لاتقولوا رای ابی حنیفه ولکن ـــ یعنی ابو حنیفہؒ کی رائے نہ کہو کہ یہ
قولوا انه تفسیر الحدیث ـــــــ حدیث کی تفسیر ہے ۔

(الجواہر المضیئه ج ۱ ص ٤٦٠)

روایت ہے کہ فقیہ شام امام اوزاعیؒ نے جو امام ابو حنیفہؒ کے معاصر تھے' ایک مرتبہ عبداللہ بن مبارکؒ سے کہا ۔

"یہ کوفہ کا بدعتی شخص کون ہے جو ابو حنیفہؒ کنیت رکھتا ہے ؟ ابن المبارکؒ نے کوئی جواب نہیں دیا' البتہ نہایت دقیق قسم کے مسائل بیان کرنے لگے اور ان مسائل کے طرق فہم اور انداز فتویٰ پر گفتگو کرنے لگے۔ اوزاعیؒ نے پوچھا" یہ کس شخص کے فتاویٰ ہیں ؟ ابن المبارکؒ نے کہا" میں ان سے عراق میں ملا تھا" اوزاعیؒ نے کہا "یہ تو مشائخ میں نہایت ہی برگزیدہ شخص ہیں ! میں بھی ان کے خدمت میں حاضر

ہوں گا اور علم حاصل کروں گا" امام مبارکؒ نے کہا "یہ امام اعظم ابو حنیفہؒ ہیں"

پھر امام اوزاعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی مکہ میں ملاقات ہوئی اور وہ مسائل زیر بحث آئے جو ابن المبارکؒ نے بیان کیے تھے جب یہ دونوں جدا ہونے لگے تو اوزاعیؒ نے ابن المبارکؒ سے کہا : اس شخص کی کثرت علم اور وفور عقل پر مجھے رشک آتا ہے استغفر اللہ میں کتنی بڑی غلط فہمی میں مبتلا تھا؟ میں اسے متہم کرتا تھا لیکن یہ تو اس کے بالکل برعکس ہے جو مجھے بتایا گیا تھا ۔ (الخیرات والحسان ص ۳۴)

محمد ابو زھرہ مصریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارکؒ ، امام اعظم ابو حنیفہؒ کے معاصر تھے ، صاحب ورع و تقویٰ بزرگ تھے امام صاحبؒ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ "ابو حنیفہؒ تو علم کا مغز ہیں مغز ۔

(الخیرات والحسان ص ۳۴)

ابن مبارکؒ کا علمی مقام ، عظمت شان اور محد ثانہ جلالت قدر

حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ زمرہ تبع تابعین کے گل سر سبد ہیں ان کی زندگی اسلام کا مکمل نمونہ اور اس کی چلتی پھرتی تصویر تھی ان کا جذبہ دینی اور شوق جہاد ' ان کی فیاضی اور نرم خوئی ' دنیا سے بے رغبتی اور احساس ذمہ داری ان کے سوانح حیات کے جلی عنوان ہیں ۔

مرجع خلائق

انہی محاسن اور اوصاف کی بنا پر وہ مرجع خلائق بن گئے تھے اگر چہ وہ اپنے فضل و کمال کو بہت کم ظاہر ہونے دیتے تھے مگر پھر بھی جس مقام پر پہنچ جاتے تھے ' لوگ جوق در جوق ان کے گرد جمع ہو جاتے تھے ان کو جو قبول عام حاصل تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے ۔

حقیقی بادشاہت

ایک روز امام عبداللہ بن مبارکؒ رقہ شہر میں تشریف لے گئے ' عباسی خلیفہ ہارون رشید بھی وہاں موجود تھے تمام شہر میں شور و غلغلہ بلند ہوا ' آدمی دوڑ دوڑ کر آرہے تھے ہارون الرشید کی خواص عورتوں میں ایک خاتون (کنیز) نے

بالاخانے پر سے یہ شوروغوغا سنا تو دریافت کیا کہ یہ کیا غل مچ رہا ہے ؟اور کس لئے ہے ؟لوگوں نے کہا خراسان کے ایک عالم تشریف لائے ہیں عبداللہ بن مبارکؒ ان کا نام ہے ان کی زیارۃ کے لئے مخلوق کھنچی چلی آرہی ہے اور انہی کے مشتاقان دید کا یہ ہجوم ہے تو اس نے بے ساختہ کہا در حقیقت خلیفہ وقت یہی ہے اور بادشاہت بھی یہی ہے جو اس شخص کے پاس ہے نہ کہ ہارون رشید کے پاس ' جو چابک اور چوب دستی کے زور پر لوگوں کو جمع کرتا ہے۔ (بستان المحدثین ص ۱۵۴)

شعراء کا نذرانہ عقیدت

ابن المبارکؒ کے ہم عصر شاعروں نے ان کی تعریف و توصیف میں بہت قصیدے لکھے ہیں چنانچہ ایک قصیدہ کے دو شعر یہاں لکھے جاتے ہیں۔

اذا سار عبدالله من مرو ليلة فقد سار عنها نورها وجمالها

جب ایک رات عبداللہ مرو سے چلے تو گویا اس سے اس کا نور و جمال رخصت ہو گیا

اذا ذكر الاخيار فی كل بلدة فهم انجم فيها انت هلالها

جب شہروں میں علماء کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ ستاروں کی مانند ہیں اور آپ ان میں مثل چاند کے ہیں ۔ (بستان ص ۱۵۹)

جلالت قدر

عبداللہ بن مبارکؒ کے شاگردوں نے ایک مجلس مشاورت اس ارادے سے منعقد کی کہ امام موصوف کی خوبیاں بیان کی جائیں جن خوبیوں پر سب کا اتفاق ہوا یہ تھیں ' فقہ ' ادب ' نحو ' لغت ' زہد ' شجاعت ' شعر ' فصاحت ' قیام لیل ' حج ' جہاد فی سبیل اللہ ' گھوڑے کی سواری ' ترک مال ' انصاف ' رفقاء سے کم

اختلاف یہ سب خوبیاں آپ کی ذات گرامی میں جمع ہیں ۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۲۲)

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے بچپن میں امام عبداللہ بن مبارکؒ کی کتابوں کو ازبر کر لیا تھا لیکن ابن حجرؒ نے مقدمہ میں سولہ سال کی قید لگائی ہے ۔

- انتقال کے بعد صلحاء میں سے کسی نے خواب میں دیکھا کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ عبداللہ بن مبارکؒ فردوس اعلیٰ میں پہنچ گئے ۔ (بستان المحدثین ص ۱۵۸)

- عبداللہ بن مبارکؒ حدیث وفقہ کے ساتھ تفسیر ' سیرت ' نحو وبلاغت ادب ولغت ' شعر وشاعری غرض ان تمام اصناف علم سے واقف تھے جن کی ضرورت علوم دینیہ میں ہوتی ہے ' ایک بار ان کے تلامذہ مثلاً فضیل بن عیاضؒ مخلد بن حسینؒ وغیرہ جمع ہوئے اور آپس میں طے کیا کہ عبداللہ بن مبارکؒ کی علمی و عملی لیاقتوں اور صلاحیتوں کو شمار کریں ' پھر ان سے ہر ایک نے ان کی کچھ نہ کچھ خصوصیات کا ذکر کیا ' پھر سب نے متفقہ طور پر ان کے بارے میں کہا کہ هو جامع علم الفقه والادب والنحو واللغة والشعر والعربية والفصاحة ۔

وہ علم وفقہ ' ادب ونحو ' لغت وشاعری عربی ادب اور فصاحت کے جامع تھے ۔

(تہذیب ج ۵ ص ۳۸۵)

عبدالله بن مبارکؒ کا درس حدیث میں مرتبہ

علم حدیث میں ان کا مرتبہ ایک امام حدیث کا تھا حدیث کی جتنی متداول کتابیں ہیں ان کی روایات کثرت سے موجود ہیں ان سے جو روایات مروی ہیں ان کی تعداد بیس اکیس ہزار بتائی جاتی ہے ابن معینؒ جو مشہور حافظ الحدیث اور امام جرح

وتعدیل ہیں فرماتے ہیں کہ انہوں نے جو روایتیں کی ہیں ان کی تعداد بیس اکیس ہزار ہے لیکن کثرت روایت سے ان کی حدیث دانی کا پورا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کے معاصر ائمہ حدیث اور بعد کے محدثین اور فقہاء اور ائمہ رجال کے خیالات معلوم کیے جائیں اور اسی آئینہ میں ان کی حدیث دانی کے خدوخال دیکھے جائیں ۔

ابو اسامہؒ کا قول ہے کہ وہ فن حدیث میں امیر المومنین تھے عبدالرحمان بن مہدیؒ جو ائمہ اسماء الرجال میں ہیں وہ فرماتے تھے کہ عبداللہ بن مبارکؒ سفیان ثوریؒ سے افضل تھے لوگوں نے ان سے کہا کہ لوگ آپ کی رائے کو صحیح نہیں سمجھتے فرمایا کہ عام لوگوں کو ان کے علم کا اندازہ نہیں ہے میں نے ابن مبارک جیسا کوئی نہیں پایا پھر کہا میرے نزدیک ائمہ حدیث چار ہیں ۔ سفیان ثوریؒ ' امام مالکؒ حماد بن زیدؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ ۔

ابو اسحاق فرازیؒ کا قول ہے کہ وہ امام المسلمین تھے احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ حافظ حدیث اور اس کے عالم تھے سفیان ثوریؒ گو ابن المبارکؒ کے استاد ہیں مگر ان کے علم و فضل کے معترف تھے ایک روز ان کے سامنے کسی نے ابن مبارکؒ کو "یا عالم المشرق "اے مشرق کے عالم ! کے لفظ سے مخاطب کیا سفیان ثوریؒ موجود تھے انہوں نے اس شخص کو ڈانٹا اور فرمایا کہ ان کو عالم المشرق والمغرب کہو ۔ محدثین میں اگر کسی حدیث کے بارے میں اختلاف ہوتا تو عبداللہ بن مبارکؒ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا ۔

فضالہؒ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں محدثین کی خدمت میں میری آمدورفت

تھی جب کسی حدیث کے بارے میں ان میں اختلاف ہوتا تو وہ لوگ کہتے اچھا اس اختلاف کو طبیب حدیث کے پاس لے چلو' وہی اس کا فیصلہ کریں گے اس طبیب سے مراد عبداللہ بن مبارکؒ تھے۔

(یہ تمام اقوال تہذیب الاسماء اور تہذیب التہذیب سے لیے گئے ہیں)۔

علم حدیث سے شغف

ان کو تمام دینی علوم میں دستگاہ تھی مگر علم حدیث کے حفظ و روایت سے انہیں خاص شغف تھا' جو وقت جہاد اور عبادت سے بچتا تھا وہ اس مبارک کام میں صرف کرتے تھے بسا اوقات حدیث کا ذکر خیر چھڑ جاتا تو پوری رات آنکھوں میں کٹ جاتی' ایک دن عشاء کی نماز کے بعد علی بن حسن سے کسی حدیث کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ساری رات مسجد کے دروازے پر کھڑے گزر گئی اور ان کو وقت کا احساس ہی نہ ہوا۔ (تہذیب و مناقب کردری)

شغف بالحدیث کا یہ عالم تھا کہ گھر سے باہر بہت کم نکلتے تھے کسی نے پوچھا کہ آپ ہمہ وقت مکان کے اندر بیٹھے رہتے ہیں' وحشت نہیں ہوتی؟ فرمایا وحشت کی کیا بات ہے؟ جبکہ مجھے اس تنہائی میں حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ اجمعین سے شرف صحبت کی دولت نصیب ہے مقصد یہ تھا کہ میں جب ہر وقت حدیث نبوی ﷺ اور آثار صحابہؓ کے مطالعہ اور غور و خوض میں لگا رہتا ہوں تو گویا میں ان کی صحبت میں بیٹھ کر ان سے بات چیت کرتا ہوں اور ان کی نشست و برخاست' رفتار و گفتار کا نقشہ ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے پھر اس سے زیادہ ایک مسلمان کے لئے انس اور خوشی کی بات کیا ہو سکتی ہے؟

امام عبداللہ بن مبارکؒ کے بعض اصول حدیث، فقہی شغف اور اسناد کا اہتمام

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا عہد حدیث کی تدوین واشاعت کا خاص عہد تھا اسلئے اس وقت ہر شخص اس خدمت کو اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھتا تھا اخبرنا وحدثنا کی آواز گھر گھر گونج رہی تھی ہر شہر بلکہ ہر قصبہ اور ہر بڑی بستی میں درس حدیث کی کئی کئی مجلسیں برپا تھیں لیکن جس قدر یہ سلسلہ عام اور وسیع تھا اسی قدر حدیث کی نقل وروایت میں افراط و تفریط شروع ہو گئی تھی خصوصیت سے پیشہ ور واعظوں اور قصہ گویوں نے نہ جانے کتنی حدیثیں وضع کر ڈالی تھیں خلافت راشدہ کے زمانے تک حدیث کی روایت پر بڑی پابندی عائد تھی خصوصیت سے حضرت عمرؓ اس بارے میں بہت سخت تھے اور بڑے بڑے صحابہؓ کو اس پر تنبیہ کرتے رہتے تھے اور جب تک کوئی اپنی روایت کا دوسرا شاہد پیش نہیں کرتا تھا وہ اسے قبول نہیں کرتے تھے اور نہ اس روایت کو بیان کرنے کی اجازت دیتے تھے مگر اس عہد راشد کے بعد جب دینی معاملات میں قانونی گرفت ڈھیلی ہوئی تو ہر کس وناکس نے روایت و تحدیث شروع کر دی بنو امیہ کے زمانے میں اس فتنہ نے کافی بال وپر نکالے اسلئے اس وقت جو ائمہ حدیث اور اس فن کے نبض شناس تھے ان کو اس فتنے کی انسداد کی فکر ہوئی ظاہر ہے کہ ان کے ہاتھ میں قانون کی طاقت تو

تھی نہیں اسلئے انہوں نے قرآن و حدیث اور صحابہؓ کے عمل کی روشنی میں اصول مرتب کیے جس سے اس فتنہ کا انسداد ہو سکے ' چنانچہ انہی اصولوں کے تحت بڑے بڑے راویان حدیث کی مرویات جانچی و پرکھی جانے لگیں جس نے بھی قال النبی ﷺ کا لفظ زبان سے نکالا اس کی روایت کی صحت حتیٰ کہ اس کے ذاتی حالات تک کی تفتیش شروع ہو جاتی تھی جب تک اس کے ضبط ' احتیاط ' قوت حافظہ اور اس کی اخلاقی حالت کے متعلق پورا اطمینان نہیں ہو جاتا تھا ' ائمہ حدیث نہ تو اس کی روایت قبول کرتے تھے اور نہ اس کو قابل اعتماد اور ثقہ سمجھتے تھے اس وقت اصول حدیث کا فن ہمارے سامنے مدون اور مرتب طور پر موجود ہے ابتداء میں اس کی یہ شکل نہیں تھی بلکہ ہر امام اور محدث نے اپنے علم و بصیرت کے مطابق کچھ اصول بنا لیے تھے جنہیں بعد میں مرتب ومدون کر دیا گیا عبداللہ بن مبارکؒ بھی ان بزرگوں میں تھے جنہوں نے حدیث کی روایت کے کچھ اصول مرتب کر لیے تھے ان کے چند اصول درج ذیل ہیں۔

(۱) حدیث کے صحیح اور قابل حجت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے تمام رواۃ ثقہ اور فقیہ ہوں ' فقیہہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ الفاظ کی تاثیر ' زبان کے قواعد و محاورات اور مطالب کے طرز ادا سے بخوبی واقف ہوں ' وہ احادیث جن کے رواۃ ثقہ ہوں ' مگر فقیہ نہ ہوں ' قابل حجت تو ہیں لیکن قسم اول کی حدیثوں سے کم رتبہ ہیں ۔

(۲) قرب اسناد (یعنی راوی کا کم نہ ہونا) حدیث کی صحت وجودت کی دلیل نہیں ہے ' رواۃ کی تعداد خواہ کسی قدر ہو مگر یہ ضروری ہے کہ ان میں ہر ایک راوی

ثقہ اور معتبر ہو۔

(۳) حدیث کے لائق احتجاج ہونے کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ راوی نے خود اس کو سنا ہو اور روایت کرتے وقت تک اس نے اس کو اچھی طرح محفوظ رکھا ہو۔

(۴) روایت بالمعنی کے قائل تھے ' انما المیت یعذب ببکاء الحئی کو حدیث بالمعنی تسلیم کرتے تھے۔ یعنی میت پر اس کے خاندان والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اس روایت کو حضرت عائشہ لفظاً ومعنیً کسی طرح بھی تسلیم ہی نہیں کرتی تھیں۔ اس کا استدلال قرآن کی اس آیت سے تھا ولا تزر وازرۃ وزر اخری وہ فرماتی تھیں کہ اس میں راویوں سے غلطی ہو گئی ہے واقعہ یہ ہے کہ کچھ لوگ میت پر رو رہے تھے آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو فرمایا کہ میت پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ رو رہے ہیں ' رونا عذاب کا سبب نہیں تھا مگر راویوں نے اسے سبب قرار دے دیا۔

(۵) اصول روایت کو تسلیم کرتے تھے لیکن بالعموم نہیں بلکہ خاص حالتوں میں۔

(۶) تدلیس یعنی راوی کا اپنے شیخ کا صراحۃً ذکر نہ کرنے کے سخت مخالف تھے۔

فقہ : --- فقہ کی مشق و ممارست انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں بہم پہنچائی تھی اس لئے ان میں قدرے تفقہ بھی تھا امام مالکؒ ان کو خراسان کا فقیہ کہتے تھے اسی طرح بعض دوسرے علماء بھی ان کے تفقہ کے معترف ہیں مگر یہ مسلم ہے کہ حدیث میں ان کا جو تجربہ تھا تفقہ واجتہاد میں ان کو وہ درجہ حاصل نہیں تھا جو امام صاحب کے دوسرے تلامذہ کو حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ ان کی

شہرت فقیہ کی حیثیت سے کم اور محدث کی حیثیت سے زیادہ ہے۔

یحیٰ بن آدمؒ جوان کے معاصر اور خاص شاگرد ہیں فرماتے ہیں کنت اذا طلبت الدقیق من المسائل فلم ۔جب میں نے ان سے دقیق مسائل دریافت اجده عنده ایست منه ــــــــ کیے تو اس کا جواب ان سے نہیں پایا جس ــــــــــــــــ سے میں بہت مایوس ہوا ۔

(مناقب کردری ج ۲ ص ۱۷۳)(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۵۱)

جب میں ان سے دقیق مسائل دریافت کیے تو اس کا جواب ان سے نہیں پایا جس سے میں بہت مایوس ہوا ۔

یحیٰ بن آدمؒ نے اپنی کتاب الخراج میں تقریباً ۶۰ روایتیں عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت کی ہیں اسلئے اس سلسلہ میں ان کا بیان قابل قدر ہے۔

اسناد کا اہتمام

امام عبداللہ بن مبارکؒ سے دریافت کیا گیا کہ علم حدیث کس سے حاصل کیا جائے ؟ فرمایا اس شخص سے جس نے اللہ کے لئے علم حاصل کیا ہو اور اسناد میں بہت شدید ہو نہ وہ ایسے ثقہ سے روایت کرتا ہو جو غیر ثقہ سے روایت کرے او نہ ایسے غیر ثقہ سے روایت کرے جو ثقہ سے روایت کرتا ہو ' بلکہ اس کی روایت ثقہ عن ثقہ ہو ۔

صحت اسناد کے ساتھ اتصال اسناد کا بھی بڑا اہتمام تھا ابو اسحاق طالقانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن مبارکؒ سے دریافت کیا کہ کیا کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے ' آپ نے استفسار فرمایا اس مسئلے کی روایت

کون کرتا ہے ؟ میں نے کہا کہ شہاب بن خراش ؒ ۔ فرمایا یہ خود تو ثقہ ہیں ' یہ کس سے روایت کرتے ہیں ؟ میں نے کہا حجاج بن دینارؒ سے کہا خیر یہ بھی ثقہ ہیں ' یہ کس سے روایت کرتے ہیں ؟ میں نے کہا کہ وہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں یہ سن کر فرمایا کہ میاں حجاج بن دینارؒ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان اتنا بڑا فاصلہ اور اتنا وسیع میدان ہے کہ اونٹ چلتے چلتے تھک جائیں یعنی درمیان کے دیگر راوی کہاں ہیں ' جب درمیانی وسائط غائب ہیں تو روایت بھی قابل اعتبار نہیں ۔

حدیث سے شغف

علی بن حسن بن شفیقؒ بیان کرتے ہیں کہ سردی کی ایک رات میں نماز عشاء سے فارغ ہو کر میں عبداللہ بن مبارکؒ کے ہمراہ مسجد سے باہر نکلا ' انہوں نے دروازے پر حدیث کا مذاکرہ شروع کر دیا مجھے بھی اس میں دلچسپی ہوئی پھر یہ سلسلہ رات بھر اسی طرح چلتا رہا حتیٰ کہ مؤذن نے فجر کی اذان دے دی ۔

توقیر علم حدیث

ایک شخص نے راستہ چلتے عبداللہ بن مبارکؒ سے ایک حدیث کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بات توقیر علم کے خلاف ہے کہ یوں سرسری طور پر چلتے چلتے معلوم کرو ۔

عبادت و تقویٰ اور اخلاق و عادات

امام عبداللہ بن مبارکؒ ' عبادت و ریاضت ' زہد و تقویٰ اور اپنے عادات و اخلاق میں صحابہ کرامؓ کا نمونہ تھے ' صحابہ کرامؓ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ

وفی اللیل رھبان و ....رات میں راہبوں کی طرح عبادت کرتے تھے اور دن فی النھار فرسان ... میں شہسوار بن کر میدان کارزار میں نظر آتے تھے۔

عبداللہ بن مبارکؒ کے زہد و تقویٰ اور پارسائی کا یہ عالم تھا کہ مشہور محدث سفیان بن عینیہؒ کہتے ہیں کہ "

فنظرت فی امر الصحابة ما رایت .. میں نے صحابہ کرامؓ اور عبداللہ بن لھم فضلاً علی بن المبارك الا ..... مبارکؒ دونوں کے حالات کا مطالعہ کیا لصحبتھم النبی ﷺ ... مجھے صحابہؓ میں عبداللہؒ سے زائد صرف دو چیزیں ---------- معلوم ہوئیں ہیں ایک حضور انور ﷺ کی صحبت کا ------ شرف اور دوسرے غزوات میں حضور انور ﷺ کی رفاقت ۔

(تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱٦۳)

ظاہر ہے کہ صحبت نبوی ﷺ صحابہؓ کا اتنا بڑا فضل ہے کہ اس میں نہ توان کا

کوئی شریک و سہیم ہے اور نہ اس میں کوئی ان کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہے مگر اپنے اخلاق و کردار کے لحاظ سے امت میں ان کے بعد بہت سے ایسے افراد پیدا ہوتے رہے ہیں جو ان کی صحیح تصویر تھے ' انہی میں امام عبداللہ بن مبارکؒ بھی تھے ہم مختلف عنوانات کے تحت مختصر طور سے ان کی زندگی کے ان اخلاقی اوصاف کی یہاں وضاحت کرتے ہیں ۔

سفیان ثوریؒ کی تمنا

حضرت سفیان ثوریؒ اس کمال کے باوجود جسے اہل کمال ہی سمجھتے ہیں اور جن کی جلالت قدر پر زمانہ متفق ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت کوشش کی کہ ایک سال ہی شب و روز امام عبداللہ بن مبارکؒ کی وضع پر گزاروں اور ان جیسی محتاط زندگی گزاروں تو میں چند دن بھی نہ گزار پایا ۔ (صفوۃ الصفوہ ص ۱۱۱)

کبھی کبھی یہ بھی فرماتے تھے کہ کاش میری تمام عمر عبداللہ بن مبارکؒ کے تین شب و روز کے برابر ہوتی ۔ ابن المبارکؒ کو اللہ تعالیٰ نے وہ مرتبہ عنایت فرمایا تھا کہ چیدہ چیدہ بزرگ ان کی محبت سے تقرب الٰہی کے متلاشی رہتے تھے ۔

اللہ کے واسطے دوست رکھتا ہوں

ذہبیؒ جو حدیث کے مشہور مشائخ میں سے ہیں اور بہت بڑے بزرگ ہیں کہتے ہیں کہ مجھ کو عبداللہ بن مبارکؒ تک ازراہ اجازت چھ واسطے بہم پہنچتے ہیں اور یہ میری انتہائی اونچی سند ہے اس کے بعد یہ کہا کہ چونکہ ابن المبارکؒ تقویٰ عبادت ' اخلاص ' جہاد ' وسعت علم ' دین کی مضبوطی ' غمخواری ' جوانمردی ' نیز تمام صفات حمیدہ سے متصف تھے اس وجہ سے قسم اللہ کی ان کو اللہ کے واسطے

دوست رکھتا ہوں اور ان کی محبت سے مجھے بھلائی کی امید ہے۔

(بستان المحدثین ص ۱۵۲)

بہترین زمانہ

قتیبہ بن سعید بغلانیؒ جو اصحاب ستہ کے شیخ ہیں فرمایا کرتے تھے کہ

خیر اهل زماننا ابن مبارك .. یعنی ہمارے زمانہ کے بہتر ابن المبارکؒ ہیں

ثم احمد بن حنبل ------ اور پھر احمد بن حنبلؒ ہیں۔

(بستان المحدثین)

زمانے کا سردار

ایک مرتبہ بزرگوں کی ایک جماعت ایک مقام پر مجتمع ہوئی اور علم فقہ ادب ونحو' لغت' زہد' شعر گوئی' فصاحت' شب بیداری' تہجد گزاری' عبادت حج' جہاد' شہ سواری' ہتھیار بندی اور اپنے احباب سے حسن صحبت اور ان کی مخالفت سے احتراز کرنا ان سب صفات حمیدہ میں اپنے زمانے کا سردار ابن المبارکؒ کو تسلیم کیا۔ (بستان المحدثین ص ۱۵۳)

- فضیل بن عیاضؒ تو ابن المبارکؒ کے بارے میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ "اس بیت الله کی قسم! میری نظروں نے تو ابن المبارکؒ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

(بستان المحدثین ص ۱۵۳)

احساس ذمہ داری

ابن المبارکؒ کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی بھی عجیب عجیب حکایات منقول ہیں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ملک شام میں کسی سے قلم عاریۃً لیا تھا پھر اس کو واپس دینا

یاد نہ رہا اپنے ہمراہ اپنے وطن مرو میں واپس لے آئے جب یاد آیا تو پھر ملک شام میں اسے دینے کے لئے تشریف لے گئے ۔

(کردری ج ۲ ص ۱۷۹۔ بستان المحدثین ص ۱۵۷)

تنہا یہ واقعہ ان کی اخلاقی زندگی کا بہترین مظہر ہے اور دنیا کی اخلاقی تاریخ کا غیر معمولی واقعہ ہے مرو' شام سے سینکڑوں میل دور ہے پھر یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب رسل ورسائل کے ذرائع صرف گھوڑے اونٹ اور خچر ہوتے تھے ۔

• جب قریب الموت ہوئے' موت کے آثار نمایاں ہونے لگے تو اپنے غلام نصر سے جو حدیث کے معتبر راویوں میں سے ہیں فرمایا! کہ مجھے فرش سے اٹھا کر خاک پر ڈال دو' اس پر غلام رونے لگا تو فرمایا کیوں روتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ اس غربت و مسافرت اور بے کسی کی حالت کو دیکھ کر آپ کی ثروت اور نعمت و دولت کا زمانہ یاد کر کے روتا ہوں فرمایا خاموش رہو ۔ میں اپنے خدا سے ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتا تھا کہ میری زندگی دولت مندوں کے مثل اور میرا مرنا خاکساروں کی طرح ہو ۔ ابن المبارکؒ کی وفات غربت اور مسافرت میں ہوئی جہاد سے واپسی کے وقت راستہ میں جب مقام قصبہ هیت متصل شہر موصل میں پہنچے تو بیمار ہوئے اور اپنی جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ماہ رمضان المبارک ۱۹۱ھ آپ کی وفات کا سال ہے۔ (بستان المحدثین ۱۵۸)

خشیت الٰہی

اس زہد و ورع کے ساتھ ساتھ آخرت کی باز پرس سے ہر وقت لرزاں رہتے تھے انہوں نے زہد و ورع پر ایک کتاب لکھی تھی جب اسکو طلباء کے سامنے

پڑھتے تھے تو ان پر اس قدر رقت طاری ہو جاتی تھی کہ بول نہیں سکتے تھے۔

قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن مبارکؒ کے ساتھ اکثر سفر میں رہتا تھا میرے دل میں خیال ہوا کہ آخر کس بناء پر ان کو اتنا فضل و شرف اور قبول عام حاصل ہے جس طرح وہ نماز پڑھتے ہیں ہم بھی نماز پڑھتے ہیں' جتنے روزے وہ رکھتے ہیں ہم بھی ان سے کم روزہ نہیں رکھتے' وہ حج کرتے ہیں ہم بھی حج کرتے ہیں' وہ جہاد میں شرکت کرتے ہیں اس شرف میں ہم بھی ان سے پیچھے نہیں ہیں' کہتے ہیں کہ ایک بار ہم لوگ شام جا رہے تھے راستہ میں رات کو کہیں ٹھہرے' سب لوگ رات کا کھانا کھا رہے تھے کہ یک بہ یک چراغ گل ہو گیا' ایک آدمی چراغ جلانے کے لئے اٹھا' چراغ جلا کر وہ واپس ہوا تو ہم نے دیکھا کہ عبداللہ بن مبارکؒ کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہے میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اسی (خشیت الٰہی) کی وجہ سے ان کو یہ فضل و شرف حاصل ہے پھر فرماتے ہیں غالباً چراغ گل ہونے پر اندھیرا ہو گیا اور اس سے یک گونہ ہم لوگوں پر جو گھبراہٹ طاری ہوئی اس چیز نے ان کو قبر و قیامت کی یاد دلا دی اور ان پر رقت کی یہ کیفیت طاری ہو گئی۔

(صفوۃ الصفوہ ج ۴ ص ۱۲۰)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو رفعت دی تھی وہ ان کی اس باطنی کیفیت کی بنا پر تھی جو ان کے لئے مخصوص تھی۔

(صفوۃ الصفوہ ج ۴ ص ۱۲۰)

اخلاق وعادات

ان کا یہ زہد و اتقاء صرف عبادات ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ ان کے اخلاق

وکردار اوران کے معاملات میں بھی اس کا پورا اثر نمایاں تھا ۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی اسلامی زندگی کی ایک امتیازی خصوصیت ہے ان میں وہ معروف تھے ان کا دستر خوان ان کے احباب 'اعزہ' پڑوسی اور اجنبی سب کے لئے خوان یغما تھا وہ کبھی بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھاتے تھے اس بارے میں کسی نے ان سے پوچھا تو فرمایا کہ مہمان کے ساتھ جو کھانا کھایا جاتا ہے اللہ اس کا حساب نہیں لیتا 'سال کے بیشتر حصہ میں وہ روزہ رکھتے تھے جس دن وہ روزہ سے ہوتے اس دن دوسروں کو عمدہ عمدہ کھانا پکوا کر کھلاتے ۔

ابو اسحاقؒ کا بیان ہے کہ کسی سفر جہاد یا حج میں جارہے تھے تو ان کے ساتھ دو اونٹنیوں پر بھنی ہوئی یہ سب سامان ان مسافروں کا تھا جو ان کے ہم سفر تھے

(طبقات شعرانی)

ادب وحسن معاشرت

ادب وحسن معاشرت کا نمونہ تھے فرماتے ہیں کہ ادب وحسن معاشرت دین کا وہ حصہ ہے' حدیث کی مجلس میں ان کا یہ ادب دیکھنے کے قابل ہوتا تھا' یوں تو عام مجلسوں میں بھی وہ خلاف اسلام کوئی فعل نہیں دیکھ سکتے تھے ایک بار مجلس میں کسی شخص کو چھینک آئی اس نے الحمد للہ نہیں کہا آپ کچھ دیر منتظر رہے' پھر اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائی! جب چھینک آئے تو کیا کہنا چاہئے؟ اس نے کہا الحمد للہ آپ نے جواب دیا یرحمک اللہ' اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اس شخص کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور دوسروں کو اتباع سنت کی ترغیب ہو ۔

ذریعہ معاش

اسلاف میں بے شمار ایسے لوگ گزرے ہیں جن کا ذریعہ معاش صنعت و حرفت یا تجارت تھا جب تک اسلامی زندگی کے نمایاں آثار باقی تھے اس وقت تک اس چیز کو کم درجہ یا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ امت کے بلند تر افراد حرفہ و پیشہ ہی اختیار کرنا پسند کرتے تھے، عبداللہ بن مبارکؒ نے تجارت کو اپنا ذریعہ معاش بنایا تھا ان کا تجارتی کاروبار بہت وسیع تھا تجارت کی وسعت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ ایک لاکھ درہم سالانہ صرف فقراء پر خرچ کرتے تھے عموماً وہ خراسان سے سامان تجارت حجاز لاتے اور وہیں فروخت کرتے تھے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۱۶)

تجارت کا مقصد

مگر یہ تجارت محض حصول زر یا دنیا طلبی کے لئے نہیں تھی بلکہ اس کا مقصد وہی تھا جو اسلام نے مقرر کیا ہے، فضیل بن عیاضؒ نے ایک روز ان سے کہا کہ آپ لوگوں کو تو زہد و قناعت اور دنیا سے بے رغبتی کی ترغیب دیتے ہیں اور خود قیمتی سامانوں کی تجارت کرتے اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ " اے فضیلؒ! یہ تجارت اسلئے کرتا ہوں کہ اس سے اپنی ذات کو مصائب سے، اپنی عزت کو ذلت سے بچا سکوں اور خدا کی اطاعت میں اس سے مدد لوں اور اللہ تعالیٰ نے جو مالی حقوق میرے ذمہ ڈالے ہیں، ان کی طرف میں سبقت کروں اور انہیں بخوبی پورا کروں۔ (تاریخ بغداد ج ۱۱، ص ۱۶۰)

ایک بار فضیل بن عیاضؒ سے فرمایا لولا انت واصحابك ما اتجرت

اگر تم اور تمہارے ساتھی نہ ہوتے تو میں تجارت نہ کرتا۔ یعنی میں تمہیں لوگوں کے لئے یہ پریشانی اٹھاتا ہوں۔

ایسے علماء اور طلباء کی ڈھونڈ ڈھونڈ کر امداد کرتے تھے، جو دینی علوم کے حصول یا درس وتدریس میں لگے ہوتے، مگر معاشی حیثیت سے پریشان ہوتے ان لوگوں کی مدد کو وہ سب کاموں پر مقدم رکھتے تھے چنانچہ اس کے لئے وہ ہزاروں روپے اپنے شہر سے بھیجتے تھے، بعض لوگوں نے ان سے شکایت کی کہ آپ اپنا مال اپنے شہر میں اس فراوانی کے ساتھ نہیں خرچ کرتے جس فراوانی کے ساتھ باہر بھیجتے ہیں، جواب فرمایا۔

میں ان لوگوں پر مال خرچ کرتا ہوں جن کے علم و فضل اور صداقت ودیانت سے بخوبی واقف ہوں، وہ علم دین کی طلب واشاعت میں لگے ہوئے ہیں مگر ان کی ذاتی اور (خانگی) ضرورتیں بھی ہیں، اگر یہ لوگ ان کے پورا کرنے میں لگ جائیں تو علم ضائع ہو جائے گا اور اگر ہم ان کی مدد کرتے ہیں تو ان کے ذریعہ علم (دین کی) اشاعت ہوتی رہے گی اور منصب نبوت کے اختتام کے بعد علم دین کی اشاعت سے بڑھ کر دوسرا کوئی کام نہیں ہے۔ (تاریخ بغداد ص ۱۶۰)

عام فیاضی

ان کی سخاوت وفیاضی صرف اہل علم ہی تک محدود نہیں تھی بلکہ اس سے ہر خاص وعام فائدہ اٹھاتا تھا چند واقعے ملاحظہ ہوں۔

ایک شخص سات سو درہم کا مقروض تھا کچھ لوگوں نے ابن المبارکؒ سے کہا کہ آپ اس کا قرض ادا کر دیں، انہوں نے منشی کو لکھا کہ فلاں شخص کو سات ہزار

درہم دے دیئے جائیں' یہ تحریر لیکر مقروض ان کے منشی کے پاس پہنچا' اس نے خط پڑھ کر حامل رقعہ سے پوچھا کہ تم کو کتنی رقم چاہیئے' اس نے کہا کہ میں سات سو کا مقروض ہوں اور اسی رقم کے لئے لوگوں نے ابن المبارکؒ سے میری سفارش کی ہے' منشی کو خیال ہوا کہ ابن مبارک سے سبقت قلم ہو گئی ہے اور وہ سات سو کے بجائے سات ہزار لکھ گئے ہیں' منشی نے حامل رقعہ سے کہا کہ خط میں کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے' تم بیٹھو میں ابن المبارکؒ سے دوبارہ دریافت کر کے تم کو رقم دیتا ہوں' اس نے ابن المبارکؒ کو لکھا کہ خط لانے والا تو صرف سات سو درہم کا طالب ہے اور آپ نے سات ہزار دینے کی ہدایت کی ہے' سبقت قلم تو نہیں ہو گئی ہے؟ انہوں نے جواب میں لکھا کہ جس وقت تم کو یہ خط ملے اسی وقت اس شخص کو چودہ ہزار درہم دے دو' منشی نے ازراہ ہمدردی انہیں دوبارہ لکھا کہ اگر اسی طرح آپ اپنی دولت لٹاتے رہے تو جلد ہی سارا سرمایہ ختم ہو جائے گا۔

منشی کی یہ ہمدردی اور خیر خواہی ان کو ناپسند ہوئی اور انہوں نے ذرا سخت لہجہ میں لکھا کہ اگر تم میرے ماتحت اور مامور ہو تو میں جو حکم دیتا ہوں اس پر عمل کرو اور اگر تم مجھے اپنا مامور و محکوم سمجھتے ہو تو پھر آکر میری جگہ پر بیٹھو اس کے بعد جو تم حکم دو گے میں اس پر عمل کروں گا' میرے سامنے مادی دولت و ثروت سے زیادہ سرمایہ قیمتی آخرت کا ثواب اور نبی ﷺ کا وہ ارشاد گرامی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو اچانک اور غیر متوقع طور پر خوش کر دے گا اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا' اس نے مجھ سے سات سو درہم کا مطالبہ کیا تھا میں نے سوچا کہ اس کو سات ہزار ملیں گے تو یہ غیر متوقع رقم پا کر وہ بہت زیادہ

خوش ہوگا اور فرمان نبوی ﷺ کے مطابق میں ثواب کا مستحق ہوں گا' دوبارہ رقعہ میں چودہ ہزار انہوں اسلئے کرایا کہ غالباً لینے والے کو سات ہزار کا علم ہو چکا تھا اسلئے اب زائد ہی رقم اس کے لئے غیر متوقع ہو سکتی تھی (صفوۃ الصفوہ ص ۴ ص ۱۱۸)

ادائیگی قرض کا دلچسپ واقعہ

محمد بن عیسیٰؒ کا بیان ہے کہ ابن المبارکؒ طرطوس (شام) اکثر آیا کرتے تھے' اس میں ایک نوجوان بھی رہا کرتا تھا' جب تک ان کا قیام رہتا یہ نوجوان ان سے سماع حدیث کرتا اور ان کی خدمت میں لگا رہتا تھا ایک بار یہ پہنچے تو اس کو نہیں پایا' دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ قرض کے سلسلہ میں قید کر دیا گیا ہے' انہوں نے قرض کی مقدار اور صاحب قرض کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ فلاں شخص کا وہ دس ہزار کا مقروض تھا اس نے دعویٰ کیا تھا اور عدم ادائیگی کی صورت میں وہ قید کر دیا گیا ہے' عبداللہ بن مبارکؒ نے قرض خواہ کو تنہائی میں بلایا اور اس سے کہا کہ بھائی تم اپنے قرض کی رقم مجھ سے لے لو اور اس نوجوان کو رہا کرا دو' یہ کہہ کر اس سے یہ قسم بھی لی کہ وہ اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کرے گا اس نے اسے منظور کر لیا ادھر آپ نے اس کی رہائی کا انتظام کیا اور اسی رات رخت سفر باندھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے' نوجوان رہا ہو کر سرائے میں پہنچا تو اس کو آپ کی آمد و رفت کی اطلاع ملی' اس کو ملاقات نہ ہونے کا انتا رنج ہوا کہ اسی وقت طرطوس کی طرف روانہ ہو گیا کئی منزل کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس کا حال دریافت کیا اس نے اپنے قید ہونے اور رہا ہونے کا ذکر کیا' آپ نے پوچھا رہائی کیسے ہوئی بولا کہ کوئی اللہ کا بندہ سرائے میں آکر ٹھہرا تھا' اسی نے اپنی طرف سے قرض ادا کر

کے مجھے رہا کرادیا مگر میں اسے جانتا نہیں فرمایا کہ خدا کا شکر کرو کہ اس مصیبت سے تمہیں نجات ملی ۔ محمد بن عیسیٰؒ کا بیان ہے کہ ان کی وفات کے بعد قرض خواہ نے اس واقعہ کو لوگوں سے بیان کیا ۔ (صفوۃ الصفوہ ج ۴ ص ۱۱۷)

حجاج کی خدمت اور حکیمانہ تدبیر

ان کی زندگی کا ایک خاص معمول زیارت حرمین بھی تھا' قریب قریب ہر سال اس سعادت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے' سفر حج کے موقعہ پر اس کا معمول تھا کہ سفر سے پہلے اپنے تمام رفقاء سفر سے کہتے کہ اپنی اپنی رقم سب لوگ میرے حوالہ کردیں جب وہ لوگ حوالہ کردیتے تو ہر ایک کی رقم کو الگ الگ ایک تھیلی میں ہر ایک کا نام لکھ کر صندوق میں بند کردیتے اور پورے سفر میں جو کچھ خرچ کرنا ہوتا وہ اپنی جیب سے کرتے جب فریضہ حج ادا کرکے مدینہ منورہ پہنچتے تو رفقاء سے کہتے کہ اپنے اہل وعیال کے لئے جو چیزیں پسند ہوں خرید لیں' سفر حج ختم کرکے جب گھر واپس آتے تو تمام رفقاء سفر کی دعوت کرتے' پھر وہ صندوق کھولتے جس میں لوگوں کی رقمیں رکھی ہوتی تھیں اور جس تھیلی پر جس کا نام ہوتا اس کے حوالے کردیتے' راوی کا بیان ہے کہ زندگی بھر ان کا یہی معمول رہا ۔

ان کے سوانح حیات اس طرح کے واقعات سے پر ہیں' یہ چند واقعات اسلئے نقل کیے گئے ہیں کہ اندازہ ہوسکے کہ ان کی تجارت اور حصول دولت کا مقصد اور مصرف کیا تھا ۔ اس علم وفضل' زہد وتقویٰ اور فیاضی اور سیر چشمی کے باوجود طبیعت میں تواضع وخاکساری اس قدر تھی کہ وہ اپنی رفتار وگفتار' نشست وبرخاست کسی چیز سے اپنی اس امتیازی حیثیت کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے ۔

مرجع نہیں راجع بننا پسند تھا

مرو میں ان کے پاس اچھاخاصا کشادہ مکان تھا جہاں ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا آپ کو یہ عقیدت مندی ناپسند تھی اسلئے وہاں سے کوفہ چلے آئے اور ایک نہایت ہی تنگ و تاریک مکان میں قیام پذیر ہوئے لوگوں نے دریافت کیا کہ اتنا وسیع مکان چھوڑ کر اس تنگ و تاریک مکان میں رہتے ہوئے وحشت نہیں ہوتی؟ فرمایا کہ جس بات کو تم پسند کرتے ہو یعنی عقید تمندوں کا ہجوم وہ مجھے ناپسند ہے اسی لئے تو میں مرو سے بھاگ نکلا اور یہاں تم گمنام زندگی کو ناپسند کرتے ہو حالانکہ مجھے یہی پسند ہے۔ (صفوۃ الصفوہ ج ۴ ص ۱۰۵)

حضرت تھانویؒ کی اصطلاح کے مطابق وہ مرجع بننے کے بجائے راجع (الی اللہ) رہنے کو ترجیح دیتے تھے۔

فنائیت کی انتہا

ایک بار کسی سبیل پر پانی پینے کے لئے گئے اس کے قریب پہنچے تو ایک ہجوم سے ان کو ایسا دھکا...... لگا کہ وہ پانی پینے کی جگہ سے دور جا پڑے جب وہاں سے نکلے تو اپنے ساتھی "حسن" سے فرمایا' کہ

ماالعیش الا ھکذا یعنی.... زندگی اسی طرح گزارنی چاہئے کہ نہ لوگ پہچانیں

لم تعرف ولم توقر...... اور نہ ہماری توقیر کریں۔

(صفوۃ الصفوہ ج ٤ ص ١١٠)

شوق جہاد

اوپر سفیان ثوریؒ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ ابن المبارکؒ اپنی پوری زندگی میں صحابہؓ

کے نمونہ تھے' صحابہ کرامؓ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ان کی زندگی کا کوئی لمحہ دعوت و تبلیغ اور اقامت دین کی جدوجہد اور اصلاح احوال اور جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری سے خالی نہیں ہوتا تھا کسی وقت وہ اپنے داخلی دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے جہاد بالنفس میں مشغول رہتے تھے اور کبھی خارجی دشمن کو زیر کرنے کے لئے سینہ سپر رہتے تھے ان کی یہ خصوصیت ضرب المثل بن گئی ہے۔

فی اللیل رھبان و..... رات میں وہ یکسو ہو کر عبادت میں لگے رہتے

فی النھار فرسان ......اور دن کو میدان میں شہ سوار نظر آتے ہیں ۔

عبداللہ بن مبارکؒ اس خصوصیت میں صحابہ کرامؓ کا نقش ثانی تھے ایک وقت میں وہ مجلس درس میں رونق افروز ہوتے تو دوسرے وقت میں وہ ارشاد واصلاح کی مسند پر متمکن نظر آتے اور تیسرے وقت ایک سپاہی کی طرح میدان جہاد میں سرگرداں دکھائی دیتے انہوں نے سال کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا ایک حصہ میں تجارت کرتے' دوسرے حصے میں درس و تدریس کا کام انجام دیتے اور تیسرے حصے میں جہاد اور سفر حج میں مشغول رہتے تھے ۔

ان کے درس و تدریس اور سفر حج کے واقعات کا ذکر اوپر آچکا ہے' شرکت جہاد کے ایک دو واقعات نقل کیے جاتے ہیں ۔

یہ بہادر مجاہد عبداللہ بن مبارکؒ تھے

اس زمانہ میں رومیوں اور مسلمانوں میں برابر آویزش رہتی تھی کبھی رومی اسلامی سرحدوں پر حملہ کرتے اور کبھی مسلمان پیش قدمی کرتے' ایک بار مسلمانوں نے پیش قدمی کی' عبداللہ بن مبارکؒ بھی جہاد میں رضاکارانہ شریک

ہوئے ' اس وقت تک کرایہ کے سپاہی ہی میدان میں نہیں بھیجے جاتے تھے بلکہ ہر مسلمان شرکت جہاد کو اپنے لئے سب سے بڑی خوش قسمتی اور سب سے افضل عبادت سمجھتا تھا ۔

رومی فوج سے ایک سپاہی نکلا اور اس نے دعوت مبارزت دی سلیمان مروزی کا بیان ہے کہ اسلامی فوج سے بھی ایک شخص اس کے مقابلہ کے لئے نکلا اور پہلے ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا پھر دوسرا شخص سامنے آیا اسکا حشر بھی وہی ہوا لگاتار اسی طرح یکے بعد دیگرے کئی آدمی مقابلہ میں آئے اور اس مجاہد نے ان سب کو ڈھیر کر دیا لوگوں نے یہ بہادری دیکھ کر مجاہد کو گھیر لیا اس نے اپنا چہرہ لپیٹ رکھا تھا جب لوگوں نے چہرے سے کپڑا اہٹایا تو دیکھا یہ بہادر عبداللہ بن مبارکؒ ہیں۔

(صفوۃ الصفوہ)

عہد کی پابندی

اہل تذکرہ لکھتے ہیں کہ مصیصہ - طرطوس وغیرہ مقامات میں یہ رومیوں کی سرحد سے قریب پڑتے تھے اسلئے بغرض جہاد ان جگھوں پر وہ اکثر جاتے رہتے تھے ایک بار کسی مجوسی سے برسرپیکار تھے کہ اسی اثناء میں مجوسی کی عبادت کا وقت آگیا اس نے اس سے مہلت چاہی جب وہ سورج کے سامنے سر بسجود ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ اس کا کام تمام کر دیں مگر یہ آیت اوفو ا بالعھد ان العھد کان مسئولاً عہد کی باز پرس ہو گی ۔

سامنے آئی تو رک گئے جب وہ عبادت سے فارغ ہوا اور اس کو اس بات کا علم ہوا تو یہ کہتا ہوا حلقہ بگوش اسلام ہو گیا کہ نعم الرب رب یعاقب ولیه فی عدو

بہترین رب وہ ہے جو اپنے دوستوں پر دشمن کے معاملہ میں عتاب کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ دوسرے دینی فرائض کے ساتھ انہوں نے فریضہ جہاد کو بھی اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔

عابد حرمین کے نام خط

حضرت فضیل بن عیاضؒ حرم کعبہ میں مجاور تھے جو عابد حرمین کے لقب سے معروف تھے ایک ایک رات میں ستر ستر مرتبہ طواف کیا کرتے تھے بہت بلند پایہ عابد وزاہد تھے مخلوق سے اور امراء سے بے نیاز تھے ہارون الرشید ملنے کے لئے آتے تھے تب بھی دروازہ نہیں کھولتے تھے لوگوں نے حضرت فضیل بن عیاضؒ کی عبادت کے قصے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو سنائے اس وقت حضرت عبداللہ بن مبارکؒ طرطوس کے علاقے میں انتہائی سردی کی ایک رات ہاتھ میں تلوار لیکر مجاہدین کی پہرہ داری کر رہے تھے کسی نے ان سے عرض کیا حضرت! آپ ہی اچھا کام کر رہے ہیں مگر حضرت فضیلؒ کے کیا کہنے ؟ کعبہ ہوتا ہے اور فضیلؒ ہوتا ہے فضیلؒ کی آنکھیں ہوتی ہے اور کعبہ کا منظر ہوتا ہے، فضیلؒ کے قدم ہوتے ہیں حرم کی زمین ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ پھڑک گئے اور حضرت فضیل بن عیاضؒ کو ایک منظوم خط لکھا۔

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا لعلمت انك فی العبادة تلعب

اے حرمین میں عبادت کرنے والے !اگر تو آکر ہماری عبادت (جہاد) کو دیکھ لے تو تو اپنی عبادت کو ہماری عبادت (جہاد) کے سامنے کھیل تصور کرے گا۔ دونوں عبادتوں (عبادت اور جہاد) میں بڑا فرق ہے۔

من كان يخضب خده بدموعه   فنحورنا بدمائنا تتخضب

یعنی جب تجھے جوش وجذبہ آتا ہے تو تیری آنکھیں آنسو دیتی ہیں اور رخساروں کو تر کردیتی ہیں اور جب ہمیں جذبہ آتا ہے تو ہم اپنی گردن کے خون سے سینے کو تر کردیتے ہیں تو جو قطرہ بہاتا ہے وہ آنسوؤں کا قطرہ ہے اور ہم جو قطرہ بہاتے ہیں وہ سرخ قطرہ ہے آنسوؤں کے قطرات تو بہتے ہی رہتے ہیں مگر ہم جو خون کے قطرے بہاتے ہیں یہ ایک مرتبہ بہتے ہیں اور سب کو بہا کر لے جاتے ہیں ۔

اوكان يتعب خيله فى باطل   فخيولنا يوم الصبيحة تتعب

تمہارا گھوڑا تو بے مقصد اور فضول کاموں میں تھکتا ہے جب کہ ہمارا گھوڑا جہاد اور میدان میں تھکتا ہے ۔

ريح العبير لكم ونحن عبيرنا   وهج سنابك والغبار الا طيب

عبیر کی خوشبو تمہارے لئے ہے اور ہمارے لئے عبیر کی خوشبو گھوڑوں کے ٹاپوں کی خاک اور پاکیزہ غبار ہے ۔

ولقد اتا نا عن مقال نبينا   قول صحيح صادق لا يكذب

ہمیں ہمارے نبی ﷺ کے اقوال مبارک میں سے یہ قول پہنچا ہے 'جو صحیح ہے' سچا ہے اور جس میں کچھ جھوٹ نہیں ۔

لا يستوى غبار خيل الله فى   انف امرى ودخان نا رتلهب

اللہ کے گھوڑوں کا غبار جس ناک میں پہنچتا ہے اس میں جہنم کی آگ کا دھواں نہیں پہنچ سکتا ۔

هذاكتاب الله ينطق بيننا   ليس الشهيد بميت لا يكذب

یہ اللہ کی کتاب ہمارے درمیان ناطق اور گویا ہے کہ شہید سردہ نہیں۔

(کردری ص ۴۵۴)

حضرت فضیلؒ کا اعتراف

محمد بن ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت فضیل بن عباسؒ کے پاس یہ خط لیکر پہنچا وہ حرم شریف میں تھے، خط دیکھ کر وہ رونے لگے اور فرمایا: ابو عبدالرحمان (عبداللہ بن مبارکؒ) نے سچ کہا ہے اور مجھے نصیحت فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا: اے محمد بن ابراہیمؒ! کیا تم ایک حدیث لکھ سکتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں، فرمایئے، میں لکھ سکتا ہوں! فرمایا: لکھو: عن ابی ہریرۃ ان رجلاً قالہ: یا رسول اللہ علمنی عملاً انا ل بہ ثواب المجاہدین فی سبیل اللہ فقال: ہل تستطیع ان تصلی فلا تفتروتصوم فلا تفطر؟ فقال یا رسول اللہ ﷺ انا اضعف من ان استطیع ذالک، ثم قال النبی ﷺ: فوالذی نفسی بیدہ لوطوقت ذالک ما بلغت المجاہدین فی سبیل اللہ واما علمت ان المجاہد لیستن فی طولہ فیکتب لہ بذالک الحسنات

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: حضور ﷺ مجھے ایسا عمل بتادیجئے جس سے مجھے مجاہدین کا ثواب حاصل ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "کیا تجھ میں اتنی طاقت ہے کہ تو مسلسل نماز پڑھے اور اس کا سلسلہ نہ توڑے اور روزہ رکھے اور افطار نہ کرے؟" اس نے عرض کیا نہیں، مجھ میں اتنی طاقت نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اگر تجھ میں اس عمل کی طاقت ہوتی تب بھی مجاہدین کے برابر ثواب حاصل نہیں کرسکتا تھا اور تو جانتا ہے کہ مجاہد کا گھوڑا ادھر اُدھر

دوڑتا ہوا دور چلا جاتا ہے (اور وہ اسے سنبھالتا ہے) تو اس کا یہ عمل بھی نیکیوں میں لکھا جاتا ہے"۔

حضرت فضیل ابن عیاضؒ نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے خط پر کسی ناگواری کا اظہار نہیں کیا، حالانکہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے اس میں شب بیدار صوفیوں پر طنز کیا تھا، بلکہ حضرت فضیلؒ نے اس طرح صوفیاء پر مجاہدین کی فضیلت کا اعتراف کیا اور ارشاد رسول ﷺ کے سامنے سر جھکا دیا۔

(ابن کثیر ج ا ص ۸ ۴ ۴، مطبوعہ مصر)

امراء اور سلاطین سے گریز

امراء اور سلاطین سے ملنا پسند نہیں کرتے تھے، ہارون الرشید نے کئی بار ملاقات کی خواہش ظاہر کی مگر یہ گریز کرتے رہے، ابراہیم موصلی جن کا تعلق دربار شاہی سے تھا وہ ابن المبارکؒ سے غایت درجہ محبت کرتے تھے ان کی روایت ہے کہ ہارون نے متعدد بار ابن المبارکؒ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی مگر میں کسی طرح ٹال دیتا تھا اسلئے کہ میں جانتا تھا کہ ابن المبارکؒ کے سامنے دین و شریعت کے خلاف کوئی بات ہو گی تو وہ ہارون کو سختی سے روکیں گے بلکہ تنبیہ کریں گے اور یہ بات ہارون الرشید جیسے خود پسند خلیفہ کی ناگواری کا سبب بنے گی اور پھر نہ جانے اس کا کیا نتیجہ ہو۔ یہی نہیں کہ وہ خود دربار سے گریز کرتے تھے بلکہ اپنے تمام احباب واقرباء کو بھی اس سے روکتے تھے۔

جب ابن علیہؒ نے عہدہ قضا قبول کیا

ابن علیہؒ اس وقت کے ممتاز محدث اور امام تھے وہ عبداللہ بن مبارکؒ کے

خاص احباب میں تھے ' تجارت میں بھی وہ ان کے شریک تھے اٹھنا بیٹھنا بھی ساتھ تھا مگر انہوں نے بعض امراء کی مجالس میں جانا شروع کر دیا تھا بعض روایتوں میں ہے کہ صدقات کی وصولی کے انچارج بنا دیے گئے تھے عبداللہ بن مبارکؒ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا اور ایک روز مجلس میں آئے ابن علیہؒ بے حد پریشان ہوئے ' مجلس میں تو کچھ نہ کہہ سکے گھر پہنچے تو بڑے اضطراب کی حالت میں ابن المبارکؒ کو یہ خط لکھا ۔

اے میرے سردار! مدتوں سے آپ کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہوں ' قسم ہے خدا کی ان احسانات کو میں اپنے متعلقین کے حق میں برکت شمار کرتا تھا آپ نے مجھ کو نہ جانے کیوں اپنے سے جدا کر دیا اور مجھ کو میرے ہم نشینوں میں کم رتبہ بنا دیا ' میں آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا لیکن آپ نے میری طرف توجہ نہ کی اسی عدم توجہی سے مجھے آپ کی ناراضگی کا علم ہوا اور مجھے اب تک نہیں معلوم ہو سکا کہ میری کونسی غلطی آپ کے غضب و غصہ کا سبب بنی ہے اے میرے محترم! میری آنکھوں کے نور! میرے استاذ! خدا کی قسم آپ نے کیوں نہیں بتلایا کہ وہ کیا خطا ہوئی جس کی بناء پر میں آپ کی ان تمام نوازشوں اور کرم فرمائیوں سے جو میری غائیت تمنا تھیں محروم ہو گیا ۔ عبداللہ بن مبارکؒ نے یہ پر اثر خط پڑھا مگر ان پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا یہ چند اور اشعار جواباً ان کے پاس لکھ کر بھیج دیے ۔

یا جاعل العلم له بازیاً　　　یصطا داموال المساکین

اے علم کو ایک ایسا باز بنانے والے　　　جو غریبوں کا مال سمیٹ کر کھا جاتا ہے

احتلت للدنیا ولذاتها　　　بحیلة تذهب بالدین

تم نے دنیا اور اس کی لذتوں کے لئے ایسی تدبیر کی ہے جو دین کو مٹا کر رکھ دیگی

فصرت مجنونا بها بعد ما كنت دواء للمجانين

تم خود مجنون ہو گئے ' جب کہ تم مجنونوں کا علاج تھے ۔

اين رواياتك فى سردها عن ابن عون وابن سيرين

وہ تمام روایتیں آپ کی کیا ہوئیں ' جو ابن عون اور ابن سیرین سے آپ بیان کرتے

اين رواياتك والقول فى لزوم ابواب السلاطين

وہ روایتیں کہاں گئیں جن میں ' سلاطین سے ربط و ضبط رکھنے کی وعید آئی ہے

ان قلت اكرهت فماذا لذا زل حار العلم فى العلين

اگر تم کہو کہ میں اس پر مجبور کیا گیا تو ایسا کیوں ہوا ' ہاں "چارپایہ بر او کتابے چند" کہ اس طرح ذلت ہوتی ہے ۔

ابن علیہ کے پاس قاصد یہ اشعار لیکر پہنچا اور انہوں نے پڑھا تو ان پر رقت طاری ہو گئی اور اسی وقت اپنے عہدہ سے استعفا لکھ کر بھیج دیا ۔

خلوت پسندی اور ذوق گمنامی

علامہ ابن جوزیؒ حسن سے روایت کرتے ہیں کہ مرو میں حضرت عبداللہ بن مبارک کا مکان بڑا وسیع تھا صرف صحن کا طول و عرض تقریباً پچاس پچاس ہاتھ تھا علماء و مشائخ اور اعیان شہر کا ہر وقت ایک مجمع آپ سے ملنے کے انتظار میں موجود رہتا لیکن جب کوفہ کا قیام اختیار فرمایا تو ایک چھوٹے سے مکان میں رہائش پسند فرمائی صرف نماز کے لئے باہر تشریف لاتے اور فوراً واپس جاتے۔

حسنؒ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے عرض کیا کہ آپ کو یہاں مرو کے

مقابلہ میں وحشت نہیں محسوس ہوتی...... فرمایا کہ میں نے مرد کو اسی چیز کی وجہ سے تو چھوڑا ہے جو تمہاری نظر میں اچھی تھی وہاں ہر معاملہ میرے پاس آتا تھا ہر مسئلہ کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ابن المبارکؒ سے پوچھو' یہاں خلوت اختیار کر لینے کی وجہ سے بڑی عافیت پاتا ہوں۔

(مقدمہ کتاب الزہد والرقاق)

خلوت میں رسول اللہؐ اور صحابہؓ وتابعینؒ کی معیت

نعیم بن حمادؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارکؒ (علاوہ اوقات نماز و درس کے) گوشہ خلوت میں زیادہ رہتے تھے آپ سے کہا گیا کہ آپ اپنے گھر میں تنہا رہتے ہیں اس سے آپ کی طبیعت نہیں گھبراتی' فرمایا کہ میری طبیعت گوشہ تنہائی میں کیوں گھبرائے جبکہ مجھے وہاں آنحضرت ﷺ کی معیت معنوی حاصل ہوتی ہے (یعنی میں وہاں احادیث کے مطالعے میں رہتا ہوں)۔ شفیق بن ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارکؒ سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ آپ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد (کچھ دیر) ہمارے پاس کیوں نہیں بیٹھتے؟ اس کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ میں یہاں سے جا کر صحابہؓ وتابعین کی مجلس میں بیٹھتا ہوں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ اب یہاں صحابہؓ وتابعین کہاں ہیں........... اس پر ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جو احادیث ہیں اور جن کو میں دیکھتا رہتا ہوں ان میں صحابہؓ وتابعین کے آثار واعمال ہیں اسی لحاظ سے میں ان کی ہم نشینی کا لطف اٹھاتا ہوں میں تمہارے پاس بیٹھ کر کیا کروں تم خواہ مخواہ میرے سامنے لوگوں کی غیبت کرو گے۔

(مقدمہ کتاب الزہد والرقاق)

تواضع

ایک مرتبہ آپ کوفہ میں تھے پڑھنے والوں نے کتاب المناسک آپ کے سامنے پڑھی 'ایک حدیث آئی اس کے آخر میں ایک جملہ تھا قال عبداللہ بہ ناخذ یعنی عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اس کو سن کر فرمایا کہ حدیث کے بعد یہ جملہ کس نے لکھا ہے ؟ قاری نے عرض کیا کہ جس کاتب نے کتاب لکھی ہے اسی کے قلم سے یہ جملہ لکھا ہوا ہے آپ نے یہ جملہ اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا اور فرمایا بھلا میں کون ہوتا ہوں کہ یہاں میرا قول لکھا جائے ۔

آپ کی تواضع کے سلسلے میں ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ نضر بن محمد نے اپنے لڑکے کی تقریب نکاح میں آپ کو دعوت دی آپ جب محفل میں آئے تو دوسرے آنے والوں کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہو کر کھڑے ہو گئے صاحب خانہ نے قسم دیکر آپ کو اس کام سے روکا ۔

کرم ومروت

ابن کثیر نے اس سلسلے میں ایک واقعہ نقل کیا ہے آپ ایک بار نفلی حج کے لئے روانہ ہوئے 'حسب معمول اہل تعلق کا قافلہ ساتھ تھا کافی سفر طے کیا جا چکا تھا کہ ایک منزل پر (باورچی خانہ کے پرندوں میں سے)ایک پرندہ مر گیا آپ نے اسے کوڑی پر پھینکوا دیا قافلہ نے کوچ کیا تو آپ نے اس کوڑی سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ ایک لڑکی قریب کے ایک مکان سے نکل آئی اور مردہ پرندہ کو چپکے سے اٹھا کر گھر میں چلی گئی آپ فوراً اس کے پیچھے پیچھے پہنچے اور دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے لڑکی نے بتایا کہ یہاں میں ہوں اور میرا ایک بھائی ہے کوئی چیز ہمارے پاس

نہیں ہے اور کئی دن سے ہم اس حال میں ہیں کہ مردار ہمارے لئے حلال ہے ہمارے والد کے پاس کافی مال تھا لیکن حال ہی میں ان کو قتل کر کے سارا مال لوٹ لیا گیا قافلہ آگے جا چکا تھا ۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے سب کو لوٹانے کا حکم دیا خزانچی سے پوچھا کہ کتنی رقم تحویل میں ہے اس نے کہا ایک ہزار دینار موجود ہیں فرمایا اس میں سے بیس گن کر الگ کر دو کہ یہ ہماری واپسی کے لئے کافی ہیں باقی اس لڑکی کو دیدو ' یہ کام ہمارے اس حج سے افضل ہے چنانچہ وہیں سے واپسی اختیار فرمائی ۔

بدعت سے نفرت

حارثؒ جو ان کے اصحاب اور تلامذہ میں سے ہیں ' بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ایک مبتدع کے ہاں کھانا کھالیا ' حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اب میں ایک مہینہ تک تم سے بات نہیں کروں گا ۔

ابن مبارکؒ کی وفات اور اکابر ملت کے تاثرات

رمضان ۱۸۱ھ میں آپ نے وفات پائی ' ابن عیینہؒ کو جب آپ کی خبر وفات پہنچی تو فرمایا عبداللہ بن مبارکؒ فقیہ ' عالم ' زاہد ' شیخ ' شجاع ' شاعر سب کچھ تھے ــــــ فضیل بن عیاضؒ نے جب آپ کی وفات کی خبر سنی تو فرمایا کہ عبداللہ بن مبارکؒ نے اپنے بعد اپنا جیسا نہیں چھوڑا ۔

حاکمؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارکؒ آفاق میں اپنے زمانے کے امام تھے علم و زہد ' شجاعت و سخاوت میں سب سے افضل تھے ــــــ نسائیؒ کہتے ہیں کہ میں کسی کو نہیں جانتا کہ وہ فضیلت میں عبداللہ بن مبارکؒ سے اعلیٰ ہوا اور جس نے تمام خصائل محمودہ کو اپنے اندر جمع کر رکھا ہو ــــــ اسود بن سالمؒ کہتے ہیں اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ ابن المبارکؒ پر اعتراض و تنقید کر رہا ہے تو اس کے کمال اسلام میں شبہ کرو ــــــ خلیلیؒ نے کہا ہے کہ ابن مبارک متفق علیہ امام تھے ان کی کرامات اتنی ہیں کہ احاطہ شمار سے باہر ہیں ۔ تذکرۃ الحفاظ میں ذہبیؒ نے لکھا ہے خدا کی قسم میں عبداللہ بن مبارکؒ سے محبت کرتا ہوں اور اس محبت کی وجہ سے مجھے اپنے لئے خیر کی پوری امید ہے اسلئے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ ' عبادت ' اخلاص ' جہاد وسعت علم ' اتفاق مواساۃ و مروت اور تمام صفات حمیدہ سے نوازا تھا ۔

تصانیف عبداللہ بن مبارکؒ

یہ تو آپ اس سے قبل بھی پڑھ چکے ہیں کہ عبداللہ بن مبارکؒ کے علوم و معارف کا منبع امام اعظم ابو حنیفہؒ تھے خود ان کی زبانی بھی آپ سن چکے ہیں کہ ''میں نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے علم کو پورے طرح سمیٹ لیا تھا آیئے اب ان کی اس علم پر مشتمل تصانیف کا حال بھی سن لیجئے یہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام بخاریؒ نے سولہ سال کی عمر میں ان کی کتابوں کو زبانی یاد کر لیا تھا علمی طور پر ان کتابوں کا مقام کیا تھا؟ اور وہ کس قسم کے مسائل پر مشتمل تھیں۔

مشہور محدث یحییٰ بن آدمؒ خطیب بغدادیؒ سے بسند متصل نقل کرتے ہیں کہ جب میں دقیق مسائل کی تلاش میں ہوتا اور مجھے عبداللہ بن مبارکؒ کی کتابوں میں بھی نہ ملتے تو میں مایوس ہو جاتا۔ (تاریخ بغداد) ان کی کتابوں میں احادیث کی تعداد کتنی تھی؟ حافظ ذہبیؒ نے یحیی بن معینؒ کی زبانی بتایا ہے ان کی کتابیں تقریباً بیس ہزار حدیثوں پر مشتمل تھیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۵۴)

کتاب الزہد والرقاق

زبدۃ المحدثین عمدۃ المفسرین شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ 'بستان المحدثین ص ۱۴۷ میں تفصیلی تعارف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

یہ کتاب عبداللہ بن مبارکؒ کی تصنیف ہے جو کتاب اس وقت اس نام سے رائج و مشہور ہے وہ اس کا انتخاب ہے جس کو حافظ ضیاء الدین ابو عبداللہ بن محمد بن

عثمان بن سلیمان صوفی زراریؒ نے کیا تھا جو عوام و خواص کی نظروں میں مقبول ہے دراصل یہ کتاب بروایت حسین بن مروزیؒ رائج اور مشہور ہے اور ان سے ان کے شاگرد ابو محمد بن یحیٰ محمد بن صاعدؒ نے روایت کیا ہے اس میں بہت سے زیادات واقع ہیں، ان میں سے بعض زیادات وہ ہیں جن کو مروزیؒ نے ابن مبارکؒ کے علاوہ اوروں سے روایت کیا ہے اور بعض وہ ہیں جنہیں ابن صاعد نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے، بہر حال اس وقت کتاب الزہد والرقاق کا منتخب شدہ نسخہ ہے جو اجازت و سماعات میں کار آمد ہے اس کی پہلی حدیث یہ ہے ۔ عبداللہ بن مبارکؒ الحنظلی، یونسؒ، زہریؒ، حضرت سائب بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ شریح حضرمی کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ یہ شخص ہے جو قرآن کو تکیہ نہیں لگاتا ۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ کلمہ کے معنوں میں علماء حدیث کا کافی اختلاف ہے، میں نے اپنے شیخ سے جو کچھ سنا اور جو مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ توسد کے معنی ہیں، نیند میں تکیہ لگانا، غرض اس سے یہ ہے کہ چونکہ قوت حافظہ سر میں ہوتی ہے اور قرآن محفوظ بمنزلہ تکیہ کے ہے جو زیر سر رہتا ہے پس انسان کو مناسب نہیں کہ تہجد کو ترک کرے اور قرآن کو گویا تکیہ بنا کر سو جائے ۔

تصانیف

ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ آپ نے طلب و شوق کی رہنمائی میں کثیر روایات کو حاصل کیا اور مختلف علوم میں بہت سی کتابیں لکھیں ان کتابوں کو لوگ ہاتھوں ہاتھ نقل کر کے لے گئے اور ان سے دوسروں نے نقل کیں۔

ابن ندیم نے لکھا ہے کہ آپ کی تصنیفات میں کتاب السنن فی الفقہ، کتاب

التفسیر ٗکتاب التاریخ ٗکتاب الزہد اور کتاب البر والصلۃ زیادہ مشہور ہیں ۔

فخر المجاہدین ٗ قدوۃ الزاہدین ٗ شیخ الاسلام امام عبداللہ بن مبارکؒ کی کتاب زندگی کے یہ چند اوراق پیش خدمت ہیں جہاں جہاں سے مواد لیا گیا ہے حوالہ جات دے دیئے گئے ہیں تاہم زیادہ تر اخذ واستفادہ محقق شہیر حضرت مولانا حبیب الرحمان محدث اعظمیؒ کے مقدمے سے بھی کیا گیا ہے۔

یہ مقدمہ "کتاب الزہد والرقاق" کے شروع میں ہے جو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی مبارک تصنیف ہے اور جس کو حضرت مولانا مرحومؒ نے اپنی مثالی تحقیق و تعلیق اور غیر معمولی تلاش و محنت کے ساتھ مرتب کیا ہے اور آپ ہی کی قائم کردہ مجلس احیاء المعارف مالیگاؤں نے بڑے اہتمام سے اور بہترین شکل میں اس کو شائع کر کے ایک نادر علمی وایقانی شاہکار سے اہل علم کو فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کیا ہے ۔

اس سے پہلے بھی آپ نے مسند امام حمیدی جیسے اہم مجموعہ حدیث کو جو صحیح بخاری کا سب سے بڑا ماخذ ہے اسی طرح مرتب کر کے شائع کرایا تھا اور سنن سعید بن منصورؒ کو تحقیق و تعلیق کی پوری خصوصیت کے ساتھ شائع کرا کے شائقین علم حدیث پر احسان عظیم فرمایا۔ حدیث کے یہ سب نایاب ذخائر تھے مختلف ممالک کے کتب خانوں کی فہرستوں میں صرف ان کے نام ملتے تھے مولانا ممدوحؒ نے ان کے عکسی فوٹو حاصل کرا کے اپنی محققانہ تعلیقات کے ساتھ شائع کر دیا ہے سچ یہ ہے کہ حضرت محدث اعظمیؒ ضعف پیری اور مستقل صحت کی خرابی کے باوجود اپنی خداداد بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کو بروئے کار لا کر تنہا ایک اکیڈمی اور علمی

جماعت کا کام انجام دے چکے ہیں ذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی ان مساعی اور خدمات کو قبول فرمائے ۔

کتاب الزہدو الرقاقؒ

اتفاق کی بات میں لکھنو آیا ہوا تھا کہ حضرت مولانا اعظمیؒ بھی دیوبند جاتے ہوئے لکھنوء تشریف لے آئے چند گھنٹے ان کی برکات علمیہ سے مستفید ہوا حضرت مولانا نعمانیؒ کے پاس کتاب الزہد کا نسخہ موجود تھا مجھے مطالعہ کے لئے ملا اس کے مقدمے میں مولانا اعظمیؒ نے متعدد تذکروں اور تاریخوں سے اخذ کر کے صاحب کتاب امام عبداللہ بن مبارکؒ کا تذکرہ بھی لکھا ہے اور جو چیز جہاں سے لی ہے اس کا حوالہ بھی دیا ہے۔ مولانا نعمانیؒ کے ایما سے تلخیص کے ساتھ اس کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں حوالے دینے کی میں نے ضرورت نہیں سمجھی۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے طفیل ہمیں صحیح علم و عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ولادت اور نسب

امام جلیل عبداللہ بن مبارکؒ بن واضح مروزی بعہد ہشام بن عبدالملک ۱۱۸ھ میں یا اس کے ایک سال بعد پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد ترکی النسل تھے اور والدہ خوارزمی تھیں ۔

امام ابن المبارکؒ کی نصائح

تحصیل علم کامل کی پانچ شرطیں

ارشاد فرمایا، طالب علم کی نیت صحیح ہونی چاہئے استادوں کے حروف اور کلمات کو کامل توجہ کے ساتھ سننا چاہئے اور پھر اس میں غور و فکر کرنا ضروری ہے اس کے بعد ان کو محفوظ کرنا اور مشہور شاگردوں میں پھیلانا چاہئے جو کوئی ان پانچ شرطوں میں سے ایک کو بھی نظر انداز کرے گا اس کا علم ناقص رہے گا۔

(بستان المحدثین ص ۱۵۷)

چار ہزار احادیث سے چار باتوں کا انتخاب

یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چار ہزار احادیث میں سے صرف چار باتیں منتخب کی ہیں : اول...... مال و دولت پر مغرور نہ ہونا چاہئے دوسرے یہ کہ اپنے شکم میں ایسی چیز کو داخل نہ کرنا چاہئے جس کا وہ کماً و کیفاً متحمل نہ ہو تیسرے یہ کہ علم اسی قدر حاصل کرنا چاہئے جس قدر کہ وہ نافع ہو چوتھے یہ کہ کسی چیز میں بھی عورت پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے۔ (بستان المحدثین ص ۱۵۷) یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک شک و شبہ کا ایک درہم واپس کر دینا ایک لاکھ درہم راہ خدا میں صرف کرنے سے بہتر ہے۔

صحابی رسول ﷺ کا مقام ابن مبارک کی نظر میں

اس سے قبل بھی بارہا یہ عرض کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ

معمولی شخصیت نہیں آپ ایک عظیم محدث وفقیہ ہیں۔ امام بخاریؒ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں سراج الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ آپ کے اساتذہ کرام میں سے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کسی نے حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق پوچھا۔ تو آپ نے جواب دیا' بھلا میں اس شخصیت کے بارے میں کیا کہوں؟ جس نے حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی امامت میں نماز پڑھی ہو اور جب حضور ﷺ نے سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا ہو تو انہوں نے جواب میں ربنا لک الحمد کہا ہو۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر)

(۲) انہی سے ایک مرتبہ کسی نے دریافت کیا: فرمایئے! حضرت معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ میں سے کون افضل ہے؟ سوال میں ایک صحابی رسول (جس پر طرح طرح کے اعتراضات کیے گئے) اور تب بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے درمیان موازنہ کیا گیا تھا بس یہ سن کر جلیل القدر تابعی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ غصہ میں بھر گئے اور فرمایا تم صحابی رسول ﷺ اور تابعی (غیر صحابی) کی نسبت پوچھتے ہو خدا کی قسم! وہ گردو غبار جو نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جہاد کرتے ہوئے حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوئی) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے (کیونکہ اس گردو غبار میں آقائے دو جہاں ﷺ کے پاک سانس شامل ہیں)۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۹)

یہاں اگرچہ ہماری گفتگو کا موضوع حضرت امیر معاویہؓ کی ذات و شخصیت اور عظمت و مقام نہیں تاہم ضمناً یہ بھی واضح ہو گیا کہ جب نبوت کی خوشبو پہنچی

ہوئی گردوغبار اور مٹی کی امام بخاری کے عظیم شیخ کے ہاں یہ رفعت وشان ہے تو آپ ﷺ کی ملاقات وصحبت زیارۃ وفیض سے مشرف حضرات (صحابہ کرام) کی کیا قدرو قیمت ہوگی ۔

معرفت الٰہی

ایک بار فرمایا کہ اہل دنیا دنیا کی سب سے مرغوب اور لذیذ چیز سے لطف اندوز ہوئے بغیر یہاں سے رخصت ہو جاتے ہیں لوگوں نے پوچھا کہ سب سے لذیذ چیز کیا ہے فرمایا معرفت الٰہی ۔

ورع وتقویٰ

فرمایا کہ اگر آدمی سو باتوں میں تقویٰ اور خوف خدا اختیار کرتا ہے اور ایک بات میں نہیں تو وہ متقی نہیں ہے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سو چیزوں میں پرہیزگاری اختیار کرتا ہے اور ایک چیز میں اسے ترک کر دیتا ہے تو اس کو متورع یعنی پرہیزگار نہیں کہا جا سکتا ۔

اللہ کے لئے محبت

فرمایا میں کسی چیز کے تلاش کرنے میں تھکا نہیں بجز ایسے دوست کی تلاش میں جو صرف اللہ کے لئے محبت کرتا ہو۔

تہذیب :...... زندگی کے ہر معاملہ میں ادب وتہذیب دین کا دوسرا حصہ ہے

جہل

فرمایا کہ جس میں جہالت اور جاہلیت کی ایک عادت بھی موجود ہوگی اس کو جاہل کہا جائے گا کیا سنا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب یہ کہا کہ اے اللہ

میرے لڑکے کو اس طوفان سے بچالے اسلئے کہ وہ میرے اہل میں ہے اور تو نے میرے اہل و عیال کو بچانے کا وعدہ فرمایا ہے تو اللہ نے جواب دیا کہ میں نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں نہ ہو، تیرا لڑکا جو ایمان کی دولت سے محروم ہو گیا تو پھر اہل کہاں رہا ۔

صاحب زہد و تقویٰ آدمی دنیا میں بھی ایک بار وقت سے زیادہ معزز ہوتا ہے کیونکہ بادشاہ اگر اپنے گرد لوگوں کو جمع کرنا چاہے تو اسے جبر و کراہ کرنا پڑتا ہے خلاف خدا رسیدہ آدمی کہ وہ لوگوں سے بھاگتا ہے مگر لوگ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے ۔

علم اور علماء

وہ شخص عالم نہیں ہو سکتا جب تک اس کے دل میں خوف خدا اور دنیا سے بے رغبتی نہ ہو ۔

محاسن ومساوی

فرمایا کہ کسی آدمی کے محاسن اور معائب کا اندازہ اس کی کمیت سے کرنا چاہئے یعنی اگر کسی کے اندر محاسن زیادہ ہیں تو اس کے معائب کو سامنے نہ لانا چاہئے اگر کسی میں معائب زیادہ ہیں تو محاسن کا کوئی شمار نہیں ۔

امت کے طبقے

ایک روز مسیتب بن واضحؒ سے ابن المبارکؒ نے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ عام بگاڑ اور فساد کیسے پیدا ہوتا ہے مسیتب نے کہا کہ مجھے علم نہیں، فرمایا کہ خواص کے بگاڑ سے عوام کا بگاڑ پیدا ہوتا ہے پھر فرمایا کہ امت محمدیہ ﷺ کے پانچ طبقے ہیں

جب ان میں فساد اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو سارا ماحول بگڑ جاتا ہے ۔

(۱) علماء ' یہ انبیاء کے وارث ہیں مگر جب دنیا کی حرص و طمع میں پڑ جائیں تو پھر کس کو اپنا مقتدر بنایا جائے ۔

(۲) تاجر ' اللہ کے امین ہیں ' جب یہ خیانت پر اتر آئیں تو پھر کس کو امین سمجھا جائے ۔

(۳) مجاہدین ' یہ اللہ کے مہمان ہیں ' جب یہ مال غنیمت کی چوری شروع کریں تو پھر دشمن پر فتح کس کے ذریعے حاصل کیا جائے ۔

(۴) زہاد ' یہ زمین کے اصل بادشاہ ہیں جب یہ لوگ برے ہو جائیں تو پھر کس کی پیروی کی جائے ۔

(۵) حکام یہ مخلوق کے نگران ہیں جب یہ گلہ بان ہی بھیڑیا صفت ہو جائیں تو گلہ کو کس کے ذریعے بچایا جائے ۔

غرور اور خود پسندی

ابو وہب مروزیؒ نے غرور کی تعریف پوچھی تو فرمایا کہ لوگوں کو حقیر سمجھنا اور عیب نکالنا غرور ہے ' پھر عجب یعنی خود پسندی کی تعریف پوچھی تو بولے کہ آدمی یہ سمجھے کہ جو اس کے پاس ہے ' وہ دوسرے کے پاس نہیں ہے ۔

حقیقی جہاد

ایک شخص نے جہاد اور اس کی تیاری کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ اپنے نفس کو حق پر جمائے رکھنا ' یہاں تک کہ وہ خود اس پر جم جائے ' سب سے بڑا جہاد ہے یہ اس حدیث کا بالکل ترجمہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ

المجاہد ما جاھد نفسہ .... مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے لڑے ۔

وفات

ان کی وفات جس طرح ہوئی اس میں ہر مومن کے لئے سامان بصیرت ہے ان کی زندگی زہد واتقا کا مرقع تھی مگر ان کی سب سے نمایاں خصوصیت جہاد فی سبیل اللہ تھی اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیے کہ ان کی وفات بھی اسی مبارک سفر میں ہوئی

شام کے علاقہ میں جہاد کے لئے گئے ہوئے تھے کہ اثنائے سفر میں طبیعت خراب ہوئی ' ستو پینے کی خواہش کی ' ایک شخص نے ستو پیش کیے مگر یہ شخص ہارون کا درباری تھا اس لئے اسکا ستو پینے سے انکار کر دیا ۔

وفات سے کچھ دیر پہلے آواز پھنس گئی اس گلوبندی کی وجہ سے ان کو گمان ہوا کہ زبان سے کلمہ شہادت نکلنا نہ رہ جائے اسلئے انہوں نے اپنے ایک شاگرد حسن بن ربیعؒ سے کہا کہ دیکھو جب میری زبان سے کلمہ شہادت نکلے تو تم اتنی بلند آواز سے دہرانا کہ میں سن لوں۔ جب تم ایسا کرو گے تو یہ کلمہ خود بخود میری زبان پر جاری ہو جائے گا چنانچہ اسی حالت میں اپنے خالق سے جا ملے ۔

عمر اور مقام وفات

یہ حادثہ عظمیٰ ۱۸۱ھ میں مقام ہیت میں پیش آیا وفات کے وقت عمر ۶۳ سال تھی

مقبولیت

وفات گو وطن سے سینکڑوں میل دور ہوئی تھی عام مقبولیت کا حال یہ تھا کہ جب لوگوں کو وفات کی اطلاع ملی تو جنازہ پر اس قدر اژدہام ہوا کہ ہیت کے حاکم کو اس واقعہ کی اطلاع دار الخلافہ بغداد بھیجنی پڑی ' زندگی میں وہ ہارون سے ملنا

پسند نہیں کرتے تھے مگر جب اس کو حادثہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے وزیر فضل سے کہا کہ آج لوگوں کو عام اجازت دے دو کہ ان کی تعزیت لوگ ہمارے پاس آکر کریں (مقصد یہ تھا کہ ان کی وفات پوری مملکت اسلامی کے لئے ایک حادثہ ہے اور میں اس وقت اس کا ذمہ دار ہوں تو ان کی تعزیت کا میں بھی حقدار ہوں)

مگر فضل نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی تو ہارون نے ان کے کچھ اشعار پڑھے اور اس حادثہ کی اہمیت بتلائی

راوی کا بیان ہے کہ ان کی وفات کے بعد مجھے اس آیت کا مفہوم واضح ہوا ان الذین امنوا وعملو االصالحات سیجعل لھم الرحمن وداً ...... جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا ان کی محبت اللہ تعالٰی لوگوں کے دلوں میں پیدا کردے گا۔

اقوال رشد وہدایت

سیدی حضرت العلامہ الحاج مولانا قمر الزمان الہ آبادی مدظلہم نے اقوال سلف کے عنوان سے پانچ جلدوں میں ایک عظیم موثر اور انقلابی تصنیف لکھی ہے جو ہندوستان میں چھپ گئی ہے اور اب اسے القاسم اکیڈمی جامعہ ابی ھریرہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے جلد اول صفحہ ۲۱۸ میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے اقوال کو نقل فرمایا ہے۔ ذیل میں اقوال سلف کا مضمون نذر قارئین ہے

• امام عبداللہ بن مبارکؒ صحابہؓ اور تابعینؒ کی سیرت میں نظر کرنے کو اپنے زمانہ کے علماء کی مجالست پر مقدم فرماتے تھے آپ فرماتے تھے کہ تم میں کوئی جب قرآن اتنا سیکھ لے کہ نماز کو بخوبی ادا کر سکے تو اس کو علم میں مشغول ہو جانا چاہئے اسلئے کہ قرآن کے معانی اسے اسی علم ہی کے ذریعے معلوم ہوں گے فرماتے تھے کہ اپنے اس زمانہ میں مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو نصیحت کو انشراح قلب سے قبول کرے ۔ غور کرنے کی بات ہے کہ یہ دوسری صدی کا حال ہے تو اب کا حال پوچھنا ہی نہیں اسلئے کہ نصیحت کا قبول کرنا تو درکنار سننا بھی گوارا نہیں بلکہ حال یہ ہے ۔ "میں اسے سمجھے ہوں دشمن جو مجھے سمجھاوے ہے"

• فرماتے تھے کہ عالم ہونے کی شرائط میں ایک بات ہے کہ اس کے قلب پر حب دنیا کا خطرہ بھی نہ گزرے۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ کمینے لوگ کون ہیں ؟ تو ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دین کو ذریعہ معاش بنائے ہوئے ہیں ۔

• آپ فرماتے تھے کہ وہ شخص کیسے اپنے علم کی کثرت کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ وہ خوف وزہد کے اعتبار سے کمتر ہے فرماتے تھے کہ بہت سے چھوٹے عمل کو اس کی نیت بڑا کر دیتی ہے اور بہت سے بڑے عمل کو اس کی نیت چھوٹا بنا دیتی ہے آپ کو جب کھانے کی خواہش ہوتی تو اس وقت تک تناول نہ فرماتے جب تک کسی مہمان کا ساتھ نہ ہو جاتا اور فرماتے کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ مہمان کے کھانے پر حساب نہیں ہے آپ اپنے اصحاب پر فالودہ اور حلوہ کھلاتے تھے مگر خود دن میں روزہ سے رہتے تھے آپ سے کسی نے کہا کہ اب مال کم ہو گیا ہے لہذا لوگوں کے ساتھ جود وبخشش کا معاملہ کم فرما دیجئے تو فرمایا کہ مال کم ہو گیا تو عمر بھی تو کم ہو گئی ہے ۔

• آپ فرماتے تھے کہ تم گمنامی کے طالب اور شہرت سے متنفر رہو اور اپنے نفس سے اس بناء پر راضی نہ ہو جاؤ کہ وہ خمول وگمنامی کو پسند کرتا ہے ۔ اسلئے کہ اس سے بھی تمہارے نفس میں بڑائی پیدا ہو گی ۔

• آپ سے شکایت کی گئی کہ اہل علم کی ایک جماعت لوگوں سے زکواۃ وصول کرتی ہے تو فرمایا کہ ہم کیا کریں اگر اس سے روکتے ہیں تو طلب علم سے یہ لوگ رک جائیں گے اور رخصت دیتے ہیں تو تحصیل علم میں لگے رہیں گے اور ظاہر ہے کہ تحصیل علم افضل ہے۔

سبحان اللہ کیسی حکمت ودانائی کی بات فرمائی ' یہ حضرات جیسے علم کامل رکھتے تھے ویسے ہی کمال عقل سے بھی بہرہ ور تھے اسلئے مصالح کو پیش نظر رکھ کر لوگوں کی

ہدایت ور ہنمائی کا کام انجام دیتے تھے اسلئے خدمت دین کے لئے علم کے ساتھ عقل و فہم کی بھی ضرورت ہوتی ہے ورنہ تو بعض دفعہ بے عقلی کی وجہ سے بجائے خیر و صلاح کے نزاع و فساد کا دروازہ کھل جاتا ہے اور فتنہ برپا ہو جاتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ یک من علم راده من عقل باید ۔

• آپ سے یوسف ابن سباطؒ کی کثرت عبادت کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسے لوگوں کا ذکر کیا جن کے تذکرہ سے شفا حاصل کی جاتی ہے لیکن اگر سب لوگ یہی کرنے لگیں تو رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی پیروی کے لئے کون لوگ رہیں گے اور مریضوں کی عیادت ' جنازوں میں حاضری جیسے اعمال خیر آخر کون لوگ انجام دیں گے اس طرح کہ مزید چند اعمال قرب کا ذکر فرمایا ۔

آپ سے سوال کیا گیا کہ آخر فرشتوں کو یہ کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ انسان نے نیکی کا قصد کیا تو فرمایا کہ اس کی خوشبو محسوس کرتے ہیں فرماتے تھے کہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے ۔

• فرماتے تھے کہ تین جماعت کا استخفاف نہ کرے ' یعنی علماء ' سلاطین اخوان اسلئے کہ جو علماء کے ساتھ استخفاف کرے گا تو اس کی آخرت ضائع ہو جائے گی اور جو بادشاہوں کے ساتھ توہین کا معاملہ کرے گا تو اس کی دنیا برباد ہو جائے گی اور جو بھائیوں کی تحقیر کرے گا تو اس کی مروت ختم ہو جائے گی ۔

• فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص اس قدر دنیا اپنے پاس روک لے کہ اس کے ذریعہ لوگوں کے سوال کی ذلت سے اپنی آبرو بچائے گا تو یہ اس کو زہد سے خارج نہ کرے گا ۔ (طبقات ج ۱ ' ص ۵۱ ' اقوال سلف ج ۱ ص ۱۲۱)

کلمات طیبات

آپؒ سے دریافت کیا گیا...... تواضع کیا ہے ؟ فرمایا کہ اغنیاء کے ساتھ خود داری کا مظاہرہ کرنا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کے لئے کسب حلال اور جہاد فی سبیل اللہ کے مساوی کوئی چیز نہیں۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ انسان کہلانے کا مستحق کون ہیں فرمایا علماء۔ دریافت کیا گیا ملوک کون ہیں فرمایا زاہد لوگ۔ دریافت کیا گیا کہ کمینہ اور گھٹیا کردار والا کون ہے۔ فرمایا وہ جو دین کے عوض دنیا کمائے۔

آپ نے فرمایا کہ ادب' قریب قریب دین کا دو ثلث ہے۔ آپ کا مقولہ ہے کہ ہم نے شروع میں علم کی طلب' دنیا کے لئے کی تھی' مگر آخر کار علم ہی نے ہم کو دنیا سے کنارہ کشی کا راستہ بتایا۔

آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ آخرت کے نفع کی فراوانی' دنیا کے نقصان کے بغیر نہیں ہو سکتی اور دنیا کی فراوانی آخرت کے نقصان کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

فرمایا...... دنیا کی محبت دل میں موجود ہے اور گناہ دل پر محیط ہیں پھر دل میں خیر کی گزر کیسے ہو ؟

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اہل دنیا' دنیا سے اس کے اندر کی مزے دار چیز کا ذائقہ چکھے بغیر چلے گئے لوگوں نے کہا کہ یہاں کی مزے دار چیز کون سی ہے ؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی معرفت۔

آپؒ کا ارشاد ہے کہ مساکین کے ساتھ بیٹھو اور بدعتی کی صحبت سے پرہیز کرو

ابو امیہ اسودؒ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ مبارکؒ کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں صالحین سے محبت کرتا ہوں اگرچہ ان میں سے نہیں ہوں اور بدکاروں سے نفرت کرتا ہوں اور اگرچہ خود ان سے زیادہ برا ہوں۔

چھوٹے سے نصیحت کی خواہش

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جنگل میں گزر رہے تھے ایک لڑکے پر نظر پڑی تو لڑکا بڑا ذہین اور سمجھ دار معلوم ہو رہا تھا حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے ذہن میں آیا کہ یہ لڑکا صاحبان علم کی صحبت میں نہیں بیٹھتا' یہ اللہ کو کیسے جانے گا؟ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اپنے زمانے کے بہت بڑے امام علم و عمل تھے' حدیث فقہ اور تفسیر پر بڑی گہری نظر تھی اللہ تعالیٰ نے دولت علم کے ساتھ دنیاوی دولت سے خوب سرفراز فرمایا تھا چور بازاری اور ذخیرہ اندوزی نہ تھی کم سے کم منافع پر بہتر سے بہتر مال فروخت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے تجارت میں دیانت و امانت کے صلے میں ان کے بیوپار میں برکت عطا فرمائی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو جو لڑکا جنگل میں ملا اس سے انہوں نے پوچھا کہ میاں صاحبزادے! آپ نے کچھ تعلیم بھی پائی ہے یا وقت یونہی گزارتے پھرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کچھ زیادہ تو نہیں پڑھا لیکن چار باتوں کا علم مجھے حاصل ہوا ہے ابن مبارکؒ نے پوچھا وہ کیا؟ جواب ملا کہ مجھے سر کا علم' کانوں کا علم' زبان کا علم اور دل کا علم آتا ہے' عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا اگر ایسا ہے تو مجھے بھی بتاؤ کہ یہ کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے اصرار پر اس لڑکے نے کہا سر! اللہ تعالیٰ کے حضور جھکانے کے لئے ہے۔ کان! اس کا کلام سننے کے لئے۔ زبان! اس کا ذکر کرنے کے لئے اور دل! اس کی یاد بسانے کے لئے ہے انسان کو چاہئے کہ وہ کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کے خیال سے غافل نہ رہے۔ ابن مبارکؒ کبھی لڑکے کو دیکھتے کبھی اس کی باتوں پر غور کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ کی ثناء کرتے کہ اس نے نوجوان کو کیا اچھا ذہن عطا فرمایا تھا آخر اس سے فرمایا کہ اے نوجوان مجھے کوئی نصیحت کر! اس لڑکے نے کہا اے شیخ! آپ عالم معلوم ہوتے ہیں اگر علم اللہ تعالیٰ کے لئے حاصل کر لیا ہے تو دنیا والوں سے کسی بات کی امید نہ رکھیے اور اگر دنیاداری کے لئے حاصل کیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سے امیدیں نہ باندھیے! حضرت عبداللہ بن مبارکؒ عمر میں بھی اس لڑکے سے بڑے تھے اور ان کی علمیت کا شہرہ بھی دور دور تھا لیکن انہوں نے لڑکے میں جوہر قابل پایا تو اس سے خواہش کی کہ انہیں نصیحت کرے معلوم ہوا ہے کہ نصیحت کسی عمر کے آدمی کو بھی کی جا سکتی ہے صاحبان علم کو بھی نصیحت کی ضرورت ہوتی ہے۔

مستجاب الدعوات

• ابو وھبؒ کہتے ہیں کہ میرے دیکھنے کی بات ہے کہ ایک دفعہ آپ ایک اندھے کے پاس سے گزرے اس نے آپ سے سوال کیا کہ میرے لئے دعا کرو آپ نے اس کے حق میں دعا کی پس خدا نے اسی وقت اس کی آنکھیں روشن کر دیں حسن بن عیسیٰؒ کہتے ہیں کہ آپ مستجاب الدعوات تھے۔

(حدائق الحنفیہ ص ۱۴۸)

• کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کا گھوڑا چھوٹ کر کسی کی کھیت میں جا پہنچا پس آپ نے اس گھوڑے کو وہیں چھوڑ دیا اور آئندہ اس پر کبھی سوار نہ ہوئے۔ (حدائق الحنفیہ ص ۱۴۸)

انگور کا ایک دانہ بخشوایا

• ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ نے کسی دکاندار سے انگور خریدنا چاہا اور ایک دانہ اس کے انگوروں میں سے نمونہ کے طور پر چکھنے کے لئے اٹھالیا جب آپ انگور کو گھر میں لائے تو آپ کے دل میں گزرا کہ میں نے بغیر اجازت فروشندہ سے انگور کا دانہ اٹھا کر کھالیا تھا اس پر آپ نے واپس جا کر فروشندہ انگور سے اس دانہ کو بخشوانا چاہا اس نے انکار کیا آپ نے فرمایا کہ دس درم لیکر بخش دے اس نے پھر انکار کیا یہاں تک کہ ۹۰۰ درم وصول کرنے پر اس نے بخشا' اس پر فروشندہ نے ہنس کر کہا کہ میں نے کیسے فریب سے اس قدر آپ سے روپیہ لیا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ کچھ بڑی بات نہ تھی اگر پھر بھی تو انکار کرتا تو میں پانچ ہزار روپیہ تک دینے کو راضی تھا۔

(حدائق الحنفیہ ص ۱۴۸)

• بہر حال آپ کو یہاں تک درجہ حاصل ہوا کہ ایک روز آپ کی والدہ ماجدہ باغ میں آپ کے دیکھنے کے لئے گئیں کیا دیکھتی ہیں کہ آپ سوئے ہوئے ہیں اور ایک سانپ نرگس کی شاخ منہ میں پکڑے آپ سے مکھیاں دور کر رہا ہے۔

(حلائق الحنفیہ ص ۱۴۶)

ذوق علم وادب اور
پسندیدہ اشعار

دوستی کا اصول

واذا صاحبت فاصحب ماجداً   ذا عفاف و حیاء و کرم

قوله للشی لا ان قلت لا   و اذا قلت نعم قال نعم

جب آپ کسی کو دوست بنانا چاہیں تو ایسے شریف کو دوست بنایئے جو پاکدامن باحیاء اور صاحب کرم ہو ۔

اگر آپ کسی چیز کے بارے میں نہیں کہیں تو وہ نہیں کہے اور جب آپ ہاں کہیں تو وہ بھی ہاں کہے ۔ (بستان المحدثین ص ۱۵۶)

ارٰی اناساً بادنی الدین قد قنعوا

ولا اراهم رضوا فی العیش بالدون

لوگوں کی اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ دین کی باتوں میں تھوڑے سے پر قناعت کرلی ہے اور اس حالت میں کبھی نہیں دیکھا کہ اسباب معیشت میں بھی کم درجہ پر راضی ہو گئے ہوں۔

فاستغن باالله عن دین الملوك کما

استغنی الملوك بدنیاهم عن الدین

جیسا کہ بادشاہ اپنی دنیا کے سبب دین سے مستغنی ہو گئے تو آپ بھی اللہ سے لو لگا کر
ان کے دین سے مستغنی ہو جا۔

وشعرائے عصر ایشان درمدت۔ لن مبارک کے ہم عصر شاعروں نے ان کی
حیات ایشان قصائد وقطعات۔ تعریف و توصیف میں بہت قصیدے لکھے
بسیار دارند که قابل مختصر۔ ہیں چنانچہ ایک قصیدہ کے دو شعر اس جگہ
ست ومرقوم می شود ـــــــ بھی لکھے جاتے ہیں۔

اذا سار عبدالله من مرو ليلة فقد سار عنها نورها وجمالها

جب ایک رات عبداللہ مرو سے چلے، تو گویا اس سے اس کا نور و جمال رخصت ہو گیا۔

اذا ذكر الاخيار فى كل بلدة فهم انجم فيها وانت هلالها

جب شہروں میں علماء کا ذکر کیا جاتا ہے وہ ستاروں کی مانند ہیں اور آپ ان میں مثل چاند کے۔

علم دین' اور دنیا اور شاہان دنیا سے تعلق

اس وقت شعر و شاعری عام طور پر سر تا سر رندی اور ہوسناکی کا مظہر بن گئی تھی شعراء یا تو داد و تحسین حاصل کرنے کے لئے غزل کہتے تھے یا مادی فائدے سمیٹنے کے لئے امراء و سلاطین کی مدح سرائی و قصیدہ گوئی کرتے تھے مگر اس کے باوجود کچھ لوگ ایسے موجود تھے جو اخلاقی شاعری کے دیدبان تھے۔

عبداللہ بن مبارک بھی شعر و شاعری کا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے اور کبھی کبھی کہہ بھی لیا کرتے تھے ان کے جو اشعار خطیب بغدادی اور کردری وغیرہ نے نقل

کیے ہیں وہ اخلاقی تعلیمات سے پر ہیں' چند اشعار یہاں نقل کیے جاتے ہیں ۔

اذا رافقت فی الاسفار قوماً فکن لهم کذی الرحیم الشفیق

جب تم کسی کے رفیق سفر ہو تو اس کے ساتھ اس طرح پیش آؤ جیسے اپنے بھائی بند کے ساتھ پیش آتے ہو ۔

متی تاخذ تعنفهم قولوا وتبقی فی الزمان بلا صدیق

اگر تم اپنے احباب کے ساتھ سخت رویہ رکھو گے تو' اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہارا کوئی دوست نہیں رہ جائے گا ۔

قد یفتح المرء حاء نوتاً لمتجره وقد فتحت لك الحانوت بالدین

لوگ اسباب تجارت کے لئے دوکان کھولتے ہیں' اور تو نے دین فروشی کے لئے دکان کھول رکھی ہے ۔

بین الاساطین حانوت بلا غلق تباغ اموال المساکین

یہ دوکان مسجد کے کھمبوں کے درمیان ہے جس میں تالا لگانے کی ضرورت نہیں جس کے ذریعے غرباء کی دولت سمیٹی جارہی ہے ۔

صیرت وبینك شاهیناً تصدیه ولیس یفلح اصحاب الشواهین

تم نے شکار کرنے کے لئے دین کو شاہین بنا رکھا ہے' مگر یاد رکھو کہ ایسے شاہین باز فلاح نہیں پاسکتے ۔

ان اشعار میں ان دنیادار علماء اور فقہاء کی زندگی کی تصویر کھینچی گئی ہے جنہوں نے درس کو دولت اور وجاہت کے حصول کا ذریعہ بنا رکھا تھا ۔